اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

ماہنامہ

البرہان

لاہور

ستمبر ۲۰۲۴ء

مُدِیر: پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

CPL No. 296 Monthly Al Burhan September 2024

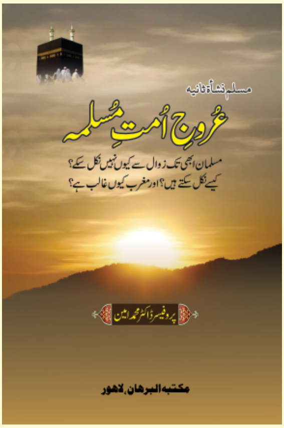

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین صاحب کی فکر انگیز کتاب
'مسلم نشأۃ ثانیہ' کا تیسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن

''عروجِ اُمتِ مسلمہ''

کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

مسلم نشأۃ ثانیہ

عروجِ اُمتِ مسلمہ

مسلمان کیوں زوال پذیر ہوئے؟ وہ زوال سے کیسے نکل سکتے ہیں؟

مغرب غالب کیوں ہے؟

ان سوالات کا مدلل اور مسکت جواب

صفحات ۳۸۴

مکتبہ البرہان

136-نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

0300-4107282 0336-1913636

تدریس القرآن

سبق : ٧

قرآن حکیم کا ترجمہ سیکھنے کے لیے

(آیت:٢٦-٢٩)

ایاتها ٢٨٦ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ٤٠

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَسْتَحْيٖٓ	اَنْ	يَّضْرِبَ	مَثَلًا	مَّا	بَعُوْضَةً	يَسْتَحْيٖٓ	شرم وحیا، حیادار، بے حیا
بے شک	اللہ	نہیں شرماتا	کہ	وہ بیان کرے	مثال	جیسے	مچھر کی	يَّضْرِبَ	ضرب المثل، ضرب الامثال
بے شک اللہ نہیں شرماتا کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے									
فَمَا	فَوْقَهَا ؕ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فَيَعْلَمُوْنَ	اَنَّهُ		فَوْقَهَا	تفوق، فوقیت، مافوق الفطرت
یا جو	بڑھ کر اس سے	پھر جو	لوگ	ایمان لائے	سو وہ جانتے ہیں	کہ وہ			
یا اس سے بھی کسی حقیر چیز کی۔ جو لوگ اہل ایمان ہیں وہ تو سمجھتے ہیں									
الْحَقُّ	مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ	وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ			الْحَقُّ	حق، حق و باطل، حقیقت
حق ہے	ان کے ربّ کی طرف سے	اور جن	لوگوں نے	کفر کیا	تو وہ کہتے ہیں				
کہ اللہ نے ٹھیک مثال دی ہے لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ									
مَاذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا مَثَلًا ۘ	يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا ۙ		اَرَادَ	ارادہ، مراد، مرید
کیا	ارادہ کیا	اللہ نے	اس مثال سے	وہ گمراہ کرتا ہے	اس سے	بہت سوں کو		يُضِلُّ	ضلالت، ضالّ و مضلّ
اللہ نے ایسی مثال کیوں دی ہے؟ اس طرح کی مثالوں سے اللہ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے								كَثِيْرًا	کثرت، اکثر، کثیر
وَّيَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا ؕ	وَمَا	يُضِلُّ	بِهٖٓ	اِلَّا	الْفٰسِقِيْنَ ﴿26﴾	يَهْدِيْ	ہدایت، ہادی، مہدی
اور وہ ہدایت دیتا ہے	اس سے	بہتوں کو	اور نہیں	وہ گمراہ کرتا	اس سے	مگر	نافرمانوں کو۔	الْفٰسِقِيْنَ	فاسق، فسق، فسق و فجور
اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے، اور وہ نہیں گمراہ کرتا مگر نافرمانوں کو۔									
الَّذِيْنَ	يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ اللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠	وَيَقْطَعُوْنَ			عَهْدَ	معاہدہ، عہد و پیمان، عہد نامہ
جو لوگ	توڑتے ہیں	عہد اللہ کا	اس کو	پختہ کرنے کے بعد	اور وہ قطع کرتے ہیں			مِيْثَاقِهٖ	میثاق مدینہ، ثقہ راوی، واثق
جو اللہ سے پکا عہد کرنے کے بعد اسے توڑتے ہیں اور اسے قطع کرتے ہیں								يَقْطَعُوْنَ	قطع تعلق، قطع نظر، قطع کرنا
مَآ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ	اَنْ	يُّوْصَلَ	وَيُفْسِدُوْنَ		يُّوْصَلَ	وصال، وصول، موصول، موصل
جس کا	حکم دیا	اللہ نے	اس کا	کہ	اسے جوڑا جائے	اور جو فساد پھیلاتے ہیں		يُفْسِدُوْنَ	فساد، فسادات، فاسد، مفسد
جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور وہ فساد پھیلاتے ہیں									

فِی الْاَرْضِ ط	اُولٰٓئِکَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿27﴾	کَیْفَ	تَکْفُرُوْنَ	الْخٰسِرُوْنَ	خسران، خسارہ، خائب وخاسر
زمین میں	وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے ہیں	کیسے	تم انکار کرتے ہو		
زمین میں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان میں رہیں گے۔ آخر کیسے تم اللہ کا انکار کرتے ہو							

بِاللّٰهِ	وَکُنْتُمْ	اَمْوَاتًا	فَاَحْیَاکُمْ ج	ثُمَّ	یُمِیْتُکُمْ	اَمْوَاتًا	موت، اموات، میت
اللہ کا	جب کہ تم تھے	مردہ	پھر اس نے زندگی دی تمہیں	پھر	وہ موت دے گا تمہیں	فَاَحْیَاکُمْ	حیات، محی الدین، حی وقیوم
جب کہ تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہی تمہیں موت دے گا						یُمِیْتُکُمْ	موت، میت، اموات

ثُمَّ	یُحْیِیْکُمْ	ثُمَّ	اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿28﴾	هُوَ	الَّذِیْ	تُرْجَعُوْنَ	رجوع، رجعت پسند، مرجع
پھر	وہ زندہ کرے گا تمہیں	پھر	اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔	وہ	جس نے	خَلَقَ	خالق، تخلیق، مخلوق
پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔ وہ ذات							

خَلَقَ	لَکُمْ	مَّا	فِی الْاَرْضِ	جَمِیْعًا ق	ثُمَّ	اسْتَوٰٓی	جَمِیْعًا	جمع کرنا، مجمع، اجماع
پیدا کیا	تمہارے لیے	جو	زمین میں ہے	سب	پھر	توجہ کی اس نے		
جس نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا۔ پھر اس نے توجہ کی								

اِلَی السَّمَآءِ	فَسَوّٰهُنَّ	سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ ط	وَهُوَ	بِکُلِّ	شَیْءٍ	عَلِیْمٌ ﴿29﴾ ع	سَمٰوٰتٍ	ارض وسما، کتب سماویہ
آسمان کی طرف	پھر بنایا ان کو	سات	آسمان	اور وہ	ہر	چیز کا	علم رکھتا ہے	عَلِیْمٌ	علم، عالم، معلوم، علوم، علماء
عالم بالا کی طرف اور سات آسمان بنائے۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔									

اہم نکات

مشکل الفاظ کے معانی

(۱) السَّمَآءِ: سماء کے معنی بلندی کے ہے۔ آسمان کو سماء اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زمین سے اوپر اور اونچا ہوتا ہے۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ بارش آسمان سے برستی ہے حالانکہ ہمیں پتہ ہے کہ بادل آسمان پر نہیں ہوتے بلکہ ہم سے کچھ اوپر اونچائی پر ہوتے ہیں۔

(۲) کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ: یعنی تم وجود ہی نہیں رکھتے تھے تو ہم نے تمہیں تخلیق کیا۔ یہاں وجود کے عدم یعنی نہ ہونے کے لیے موت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مفہوم کا خلاصہ

(۱) اللہ ہمیں سمجھانے کے لیے بعض مثالیں دیتے ہیں۔ ان کے اچھا برا ہونے کی بحث فضول ہے۔ جو اللہ نے کہہ دیا وہ صحیح ہے۔

(۲) انسانی زندگی کا سرکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی انسان کچھ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ پھر انسان زندگی گزار کر مر جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ روزِ قیامت انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور وہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتیں گے۔

(۳) زمین وآسمان بلکہ جو کچھ بھی کائنات میں ہے، سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

ماہنامہ
البرہان
لاہور
Since 2010

جلد ۲۸ — شمارہ ۹

برائے آن لائن مطالعہ
www.alburhaan.pk

ستمبر ۲۰۲۴ء/صفر المظفر ۱۴۴۶ھ

آئینہ مضامین

☜ تعلیم و تربیت

۔تعلیم بھی فوج کے سپرد	مدیر	۴
۔دینی مدارس۔تنگ آمد بجنگ آمد	مفتی منیب الرحمٰن	۵
۔لفظوں کے انتخاب نے....	مدیر	۸
۔ابن سینا کا نظریۂ تعلیم	سجاد الحق	۹

☜ مقالۂ خصوصی

سپریم کورٹ اور مبارک ثانی کیس۔تفصیلی جائزہ	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	۱۵

☜ فکرودانش

مصنوعی ذہانت، ٹرانس ہیومنزم اور مابعد انسان دنیا کا روحانی چیلنج	شیخ کبیر ہیل منسکی	۴۷

☜ تفہیم دین

۔ مسلمان زوال سے کیوں نہیں نکل پا رہے؟	پروفیسر ڈاکٹر محمد امین	۵۳
۔ قوموں کے عروج وزوال کا انحصار سائنس وٹیکنالوجی پر نہیں ہوتا: سائنس پرستوں کی غلط فہمیاں	سید خالد جامعی	۵۸

☜ عالم اسلام/فلسطین

۔فلسطین! تری خاک کے ذروں کو سلام	سردار سلیم	۶۲
۔خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے میں یہودی کردار	ادارہ	۶۳

☜ غامدیت

جاوید غامدی کے گمراہ کن نظریات: ثبوت حاضر ہیں	ڈاکٹر مولانا الیاس فیصل	۶۵

☜ اسلام اور مغرب

۔ لوگو! مغرب کی غلامی سے بچو	مولانا خلیل الرحمٰن چشتی	۷۳
۔ اولمپک گیمز کی شہرت کے اسباب	طیب علی تگہ	۷۵

English Section ۸۲
Financial Capitalism
Dr. Javed Akbar Ansari

مدیر
ڈاکٹر محمد امین

ادارۂ تحریر
ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری
حافظ محمد عمران طحاوی

لیگل ایڈوائزر
محمد یحییٰ رشید، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

انچارج سرکولیشن
(0300-4107282)
[برائے خریداری، تجدید، شمارہ تاخیر سے ملنے کی شکایت اور مکتبہ البرہان کی کتب کی خریداری کے لیے]

زرِاعانت: فی شمارہ 85 روپے
سالانہ 1000 روپے۔پانچ سال: 5000 روپے
تاحیات 20,000 روپے

تحریک اصلاحِ تعلیم ٹرسٹ
سونیری بنک لمیٹڈ، مین برانچ، لاہور
PK92SONE0000120000056341

برائے رابطہ
136 نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

کمپوزنگ: حافظ محسن یوسف
0306-4640366

تعلیم وتربیت　　مدیر

تعلیم بھی فوج کے سپرد

تازہ خبر یہ ہے کہ ہائرایجوکیشن کمیشن اسلام آباد کا سربراہ جنرل ریٹائرڈ معظم خاں کو بنا دیا گیا ہے۔

قارئین کو اس سلسلے میں کوئی اچنبھا نہیں ہونا چاہیے۔ سب جانتے ہیں کہ سیاست، معیشت، امور خارجہ کے علاوہ تجارت، زراعت، پراپرٹی بزنس، واپڈا، نادرا، نیب، تعلیم اور دیگر تقریباً سارے ہی شعبۂ ہائے زندگی اب فوج اور فوجی افسران کے ماتحت ہیں۔

ہم اخلاص اور دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری فوج کے پروفیشنلزم اور اس کی نیک نامی کے خلاف ہے، آئین سے بھی تجاوز ہے۔ سیاسی، دینی اور سماجی قوتیں مار کھاتی رہتی ہیں لیکن لاوا اندر ہی اندر پکتا رہتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ (بنگلہ دیش کی طرح) پھٹ پڑتا ہے جس کا بالآخر نقصان قوم اور ملک کو ہی ہوتا ہے۔

اس سنجیدہ گفتگو کے بعد اب اس موضوع پر ایک لطیفہ سنیے:

"مشرف دور میں ایک ریٹائرڈ فوجی جنرل ارشد محمود کو مادر علمی پنجاب یونیورسٹی کا وائس چانسلر لگا دیا گیا۔ ایک میٹنگ میں اس ریٹائرڈ جنرل نے یونیورسٹی کے ایک سینئر پروفیسر ڈاکٹر مجاہد کامران سے پوچھا،"شاہ جی آپ کیا بننا پسند کریں گے؟" جس پر ڈاکٹر مجاہد کامران نے جواب دیا کہ"میں راولپنڈی کا کور کمانڈر بننا پسند کروں گا۔" جنرل نے کہا،" آپ تو پروفیسر ہیں آپ کا کوئی فوجی تجربہ نہیں آپ کیسے راولپنڈی کے کور کمانڈر لگ سکتے ہیں؟" ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا،"جیسے ایک ریٹائرڈ فوجی کو ایک اہم ترین تعلیمی ادارے کا سربراہ بنا دیا گیا ہے، بالکل ویسے ہی مجھے بھی کور کمانڈر لگا یا جائے۔"

جنرل صاحب اس کا کیا جواب دیتے؟ پروفیسر صاحب کا منہ تکتے رہ گئے۔

تعلیم و تربیت مولانا مفتی منیب الرحمن [۱]

دینی مدارس - تنگ آمد بجنگ آمد

حکومت کے دینی مدارس کے خلاف معاندانہ رویوں کے بارے میں ''اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان'' کے زعماء (مفتی تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمٰن اور دیگر علماء کا کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب اور ۱۲ نکاتی مطالبات

۱۔ دینی مدارس وجامعات کے قائدین کا یہ اجلاس ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر لفٹینینٹ جنرل احمد شریف چوہدری کی ۲۲ جولائی ۲۰۲۴ء کے بیان اور اندازِ بیان کی شدید مذمت اور ردّ کرتا ہے۔ اس میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ ۵۰ فیصد دینی مدارس وجامعات اور ان کے سربراہان نامعلوم لوگ ہیں۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس وجامعات اور ان کے چلانے والوں کو پوری قوم جانتی ہے اور الحمدللہ علی احسانہ! ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ یہ مدارس پاکستان کے قانون کے تحت قائم ہوئے ہیں اور قانون کے دائرے میں مصروف عمل ہیں۔ اس طرح کا لب ولہجہ کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس سے ملک بھر میں قائم دینی مدارس وجامعات کے سربراہان، اساتذہ کرام، طلبہ وطالبات، معاونین اور کروڑوں دین دار طبقات کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، ہم چیف آف آرمی اسٹاف جناب جنرل سید عاصم منیر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ادارے کے ذمہ دار افسران کو ہدایات جاری کریں کہ وہ دینی مدارس وجامعات کے سربراہان، اساتذہ اور طلبہ وطالبات کو مجرم یا ملزم یا مشتبہ سمجھ کر بات نہ کریں، عوام میں آ کر دیکھیں کہ ان لوگوں کی عزت کیا ہے؟

۲۔ دینی مدارس وجامعات کے سربراہان نے ملکی تحفظ، سلامتی اور مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے اور کبھی بھی ملکی استحکام اور سلامتی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ ہر مشکل مرحلہ پر مسلح افواج کی حمایت کی اور ہمیشہ دہشت گردی اور فساد کی مخالفت کی اور اس کے نتائج بھی بھگتے، اکابر علماء ومشائخ اس مشن میں شہید ہوئے۔

۳۔ جب پیغامِ پاکستان مرتب کیا گیا تو انہی علماء نے خودکش حملوں اور دہشت گردی

[۱] پرانے پانچ دینی وفاقوں کی مرکزی تنظیم (اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان) ہے جس کے صدر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور جنرل سیکرٹری مولانا مفتی منیب الرحمٰن ہیں۔

کے خلاف کسی صلہ وستائش کی خواہش کے بغیر محض ملک وملت کی خاطر فتوے جاری کیے، تب یہ اہل مدارس ذمہ دار بھی تھے، محبت وطن بھی تھے اور انہی اداروں کے ذمہ داران ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔

۴۔ دینی مدارس وجامعات پاکستان میں خواندگی کو فروغ دیتے ہیں، پسماندہ علاقوں سے بچوں کو لا کر محب وطن بناتے ہیں، علم سے آراستہ کرتے ہیں اور معاشرے کا صحت مند شہری بناتے ہیں، ورنہ یہی نوجوان ملک کے مقابل آمادۂ پیکار گروہوں کے ہاتھ چڑھتے اور ملک کے خلاف استعمال ہوتے۔ آج ان اداروں کی خدمات کی قدر کرنے کی بجائے انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

۵۔ دینی مدارس وجامعات کے ذمہ داران نے سیاسی انتشار اور محاذ آرائی سے فائدہ اٹھانے کا کبھی سوچا بھی نہیں ہے، ہمیشہ ملک کی خیر خواہی کی ہے، مسلح افواج اور ملکی سلامتی کے لیے دعا گو رہے ہیں۔

۶۔ 'اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان' کی قیادت نے ہمیشہ مزاحمت کی بجائے مذاکرات اور مکالمے کو ترجیح دی ہے، ہماری تاریخ اس کی شاہد عدل ہے، لیکن ذمہ دار قوتوں نے طے شدہ معاملات کو ہمیشہ قانونی شکل دینے کی بجائے اس میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ اس روش کو ترک کر کے سنجیدگی سے مسائل کو حل کیا جائے اور ماتحت افسران کی بجائے وہ سربراہان جن کے پاس فیصلہ کرنے، اسے قانونی شکل دینے اور نافذ کرنے کا اختیار ہے، وہ دینی مدارس کے بارے میں سرسری اور غیر ذمہ دارانہ بیانات جاری کرنے والوں کو روکیں اور مدارس کے مسئلے پر سنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔

۷۔ مفاہمت کی حکمت عملی اختیار کرنے کی بجائے دینی مدارس وجامعات کو مزاحمت کے راستے پر ڈالنے کی دانستہ ونادانستہ کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ طرز عمل سے ان عناصر کو تقویت نہ پہنچائی جائے جو مفاہمت کی بجائے مدارس کو مزاحمت پر مجبور کریں۔ ملک وملت کا فائدہ اسی میں ہے کہ معقولیت اور شائستگی کا راستہ اختیار کیا جائے۔

۸۔ بااختیار اداروں کی یہ حکمت عملی ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ ایک طرف مالی معاملات میں شفافیت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور دوسری طرف دینی مدارس وجامعات کے بینک اکاؤنٹس کو

منجمد کر دیا جاتا ہے اور شیڈولڈ بینکوں میں اکاؤنٹ کھولنے اور انہیں آپریٹ کرنے کو ناممکن بنایا جارہا ہے، یہ عملی تضاد ناقابلِ فہم ہے۔

۹۔ ہمارے تجربات نے بتایا ہے کہ اس وقت حقیقی اقتدار واختیار ریاست کے پاس ہے، اس لیے بہتر ہوگا کہ چیف آف آرمی اسٹاف خود براہ راست اس مسئلے کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور اس کے دور رس نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے مدارس کے ساتھ ریاستی اداروں کا رویہ درست کریں اور اس معاملے میں کسی بیرونی دباؤ کی پروانہ کریں۔

۱۰۔ 'اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان' کی قیادت نے فیصلہ کیا ہے کہ دینی مدارس وجامعات کی حریت فکر وعمل پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا جائے گا۔ ہر قیمت پر دینی مدارس وجامعات کی حریت فکر وعمل کا تحفظ کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے چاروں صوبائی صدر مقامات اور وفاقی دارالحکومت میں دینی مدارس وجامعات کے بڑے بڑے کنونشن منعقد کیے جائیں گے اور ان میں اہل مدارس اور پوری قوم کو حقائق سے آگاہ کیا جائے گا۔

۱۱۔ پاکستان کے دینی مدارس وجامعات میں دیگر ممالک سے طلبہ وطالبات دینی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے اور وہ واپس جا کر اپنے اپنے ممالک میں پاکستان کے غیر سرکاری سفیر کا کردار ادا کرتے تھے، نامعلوم وجوہات کی بناء پر غیر ملکی طلبہ کو ویزے دینے بند کر دیئے گئے اور اس طرح رضا کارانہ سفارت کاری کا یہ باب بند کر دیا گیا اور اب وہ لوگ بھارت کا رُخ کرتے ہیں اور اس کا فائدہ بھارت کو پہنچ رہا ہے، جبکہ ساری دنیا میں تعلیم وتعلم کے لیے روابط کھلے رہتے ہیں۔ خود ہمارے ملک کے طلبہ مختلف شعبوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دنیا بھر کے ممالک جاتے ہیں اور ایسے عالم میں کہ ہم ایک ایک ڈالر کے محتاج ہیں، زرِمبادلہ باہر جارہا ہے جبکہ دینی مدارس وجامعات میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات اپنے اپنے ممالک سے زرِمبادلہ پاکستان لارہے تھے۔ خود ہماری یونیورسٹیوں میں بھی بیرون ممالک کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

۱۲۔ ہم ایک بار پھر حقیقی بااختیار اربابِ اقتدار کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ملک وملت کا مفاد اس میں ہے کہ دینی مدارس وجامعات کو حریف سمجھنے کے بجائے حلیف سمجھا جائے، پراپیگنڈے اور بدگمانیوں پر قائم کردہ تاثر کو ذہنوں سے نکالا جائے اور حسنِ ظن اور اخلاص کے ساتھ مسائل کو سلجھایا جائے۔ (بقیہ صفحہ نمبر:۸)

تعلیم و تربیت مدیر

لفظوں کے انتخاب نے....

پرانے الفاظ	نئے الفاظ
پاکستانی طالبان	خارجی
کورکمانڈر رہاؤس،لاہور	جناح ہاؤس،لاہور
فوج کے سیاست میں حصہ لینے کے مخالف	ڈیجیٹل دہشت گرد
عمران خان	بانی پی ٹی آئی
برین واشنگ	سسٹم اپ ڈیٹ کرنا
عدلیہ کا دوغلہ پن	نظریۂ ضرورت
حکومت کے خلاف فیصلہ دینے والی عدالتیں	کنگرو کورٹس
مظلوم سے ہمدردی رکھنے والے	سہولت کار
سیاسی مخالفین	غدار
اپنے نظریے پر سختی سے عمل کرنے والے مسلمان	انتہا پسند
امریکی غلبہ قبول نہ کرنے والے	دہشت گرد
اپنے نظریۂ حیات پر عامل	فنڈا منٹلسٹ

بقیہ: دینی مدارس۔تنگ آمد بجنگ آمد

۱۳۔ اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا پہلا صوبائی کنونشن ۲۸/اگست ۲۰۲۴ء بروز بدھ صبح ۹ بجے کراچی میں منعقد ہوگا۔

۱۴۔ ’اتحادِتنظیمات مدارس پاکستان‘ کی رکن تنظیمیں حسب ذیل ہیں:

(الف)وفاق المدارس العربیہ پاکستان (ب) تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان (ج)وفاق المدارس الشیعہ پاکستان (د)وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان (ہ) رابطۃ المدارس اسلامیہ پاکستان۔

تعلیم و تربیت

سجاد الحق

ابنِ سینا کا نظریۂ تعلیم

اگرچہ مسلم سائنسدان ابن سینا طب اور فلسفہ میں اپنی ذہانت کی وجہ سے جانے جاتے ہیں، لیکن وہ تعلیم و تربیت کے شعبے میں بھی بڑا تجربہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں خاص کر کتابِ "سیاست" میں تعلیم کے طریقہ کار کے اصول وضوابط مقرر کیے، کیونکہ ان کی نظر میں تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس کا ہدف انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں جیسے ذہنی، جسمانی اور اخلاقی پہلو کی نشوونما ہے۔ ان کے نزدیک یہ تربیت انسان کے بچپن میں شروع ہوکر اس کی ساری زندگی جاری وساری رہنی چاہیے۔

اس مسلم اسکالر نے تعلیم و تربیت کو بنیاد فراہم کرنے کے لیے اصولوں کا ایک مجموعہ وضع کیا ہے، جن میں انسانی نفس کی معرفت کا اہتمام، انسانوں کی انفرادی خصوصیات کی رعایت، اخلاقی پہلو پر توجہ، عمر کے ابتدائی مراحل، اسکول اور سن بلوغت میں بچوں کی تربیت شامل ہیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیمی فکر پر بہت اثر ڈالا ہے، اور آپ کو مسلمانوں کی تعلیمی میراث میں ایک اہم مفکر سمجھا جاتا ہے۔

ابن سینا کون ہے؟

شیخ ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا بخارا کے ایک گاؤں "افشنۃ" میں پیدا ہوئے، جو اس وقت ازبکستان کے علاقے میں واقع ہے۔ آپ 370ھ (980ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی کی پیدائش کے بعد آپ کا خاندان بخارا شہر منتقل ہوگیا۔

آپ کے والد کا تعلق بلخ (افغانستان) سے تھا، پھر وہ بخارا چلے گئے اور وہاں کے ایک گاؤں "خرمتین" میں کام شروع کیا۔ پھر شہر میں ٹیکس جمع کرنے والے محکمہ میں بحیثیت اکاؤنٹنٹ کام کیا، جہاں وہ 985ء (375ھ) میں اپنے خاندان کے ساتھ آباد ہوئے۔ اس وقت ابن سینا کی عمر پانچ سال تھی۔

ابن سینا کی پرورش ایک علمی خاندان میں ہوئی۔ آپ کے گھر میں مشہور علماء کی مجلسیں ہوتی تھیں اور امیر خراسان نوح بن منصور کے زمانے میں آپ کا گھر سامانی امراء کا سیاسی گڑھ تھا لیکن اس کا ستارہ اس وقت ڈوب گیا جب 997ء (387ھ) میں امیر کی وفات ہوئی۔

ابوعلی الحسین نے صرف دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور ادب کا وسیع مطالعہ کیا، جو آپ کے آس پاس رہنے والے لوگوں کے لیے باعث حیرت تھا اور آپ کی ذہانت اور انفرادیت کے لیے باعث ترغیب تھا۔ پھر انہیں والد صاحب نے محمود مساح نامی ایک دکاندار کے پاس حساب سیکھنے کے لیے بھیجا جو ہندسوں کے حساب میں مہارت رکھتا تھا۔ پھر انہوں نے اسماعیل زاہد کے پاس فقہ کا درس شروع کیا، یہاں تک کہ بحث واختلاف کی مجلسوں میں بھی شرکت کرنے لگے جہاں وہ فقہاء کے انداز میں بحث ومباحثہ کرتے تھے۔

اس دوران ابوعبداللہ الحسین بن ابراہیم الناتلی بخارا آگئے جو فلسفہ پڑھانے والے ایک حکیم تھے۔ ابن سینا کے والد نے انہیں اپنے یہاں ٹھہرایا اور اپنے بیٹے کو فرفوریس کی کتاب "ایساغوجی" پڑھنے کے لئے ان کے پاس بھیج دیا جو کہ ارسطو کی منطق کا تعارف ہے۔ اسی طرح انہوں نے علم ہندسہ میں اقلیدس کی کتاب ’العناصر‘ بھی پڑھی اور فلکیات میں بطلیموس کی کتاب "المجسطی" کا درس بھی ان سے لیا۔

22 سال کی عمر میں وہ والد کے سائے سے محروم ہوئے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں خلل پڑا اور ان کے حالات بدل گئے۔ ان پر بخارا میں زندگی گزارنا مشکل ہوگیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ بعد میں سیاسی حالات نے انہیں اپنا وطن چھوڑنے اور ایک ملک سے دوسرے ملک دربدر بھٹکنے پر مجبور کردیا۔ کہیں انہیں اعزازات ملتے اور بعض اوقات تکلیف دہ زندگی بسر کرنی پڑتی اور مریضوں کو فراہم کی جانے والی طبی خدمات کے عوضانے پر گزارا کرنا پڑتا۔

ابن سینا نے 17 سال کی عمر میں اپنے علمی اور فکری کام کا آغاز کیا جو تقریباً 200 کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے زندگی کے بہت سے شعبوں کے مسائل کے بارے میں لکھا ہے۔ انہوں نے تعلیم اور اخلاقیات کے شعبوں میں جو نمایاں کتابیں لکھی ہیں ان میں درج ذیل شامل ہیں:

* کتاب علم سیاست
* کتاب علم الاخلاق
* نفسِ ناطقہ کے متعلق بحث پر ایک رسالہ
* رسالۂ عقل
* نیکی اور بدی پر ایک رسالہ
* شیخ ابی سعید بن ابی الخیر کے نام ایک خط
* کتاب اشارات اور تنبیہات
* کتاب حکمت کا سرچشمہ
* کتاب تزکیۂ نفس

یہ متبحر عالم ماہ رمضان کے پہلے جمعہ 428ھ/ 1037ء کو 58 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں بتایا ہے کہ ان کا انتقال اصفہان میں ہوا جبکہ زیادہ تر مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ اپنے امیر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ہمدان (ایران) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ جیل میں فوت ہوئے۔

تعلیم کے بارے میں ابن سینا کے خیالات

ابن سینا نے عربی اور فارسی میں لکھی ہوئی اپنی بہت سی کتابوں میں اپنے تعلیمی نظریات بیان کیے ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر آراء کتابِ "سیاست" میں پائی جاتی ہیں، اور ان میں اہم ترین یہ ہیں:

* تعلیم صرف بچے کے اسکول میں داخلہ کروانے کے مرحلے تک محدود نہیں ہے بلکہ بچے کی تربیت اس کی پیدائش کے لمحے سے لے کر اس کی شادی اور معاشرتی زندگی میں اس کی شمولیت تک حاوی ہے۔

* تعلیم انسانی شخصیت کے ایک پہلو یا کچھ پہلوؤں پر مرکوز نہیں ہے کہ دوسرے پہلو نظر انداز ہوجائیں بلکہ اس کا ہدف انسانی شخصیت کی وحدت اور اس کے ذہنی، جسمانی اور جذباتی پہلوؤں کی مجموعی تکمیل ہے۔

* تعلیم کی بنیاد دین اسلام کی تعلیمات بالخصوص قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہونی چاہیے۔

٭ تعلیم کا آغاز بچے کی پیدائش کے وقت بہترین نام کے انتخاب سے ہوتا ہے کیونکہ بچے کے نام کے اس کی شخصیت پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دودھ پلانے کے انتظام پر توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

٭ پری اسکول جو ایک ذہنی مرحلہ ہوتا ہے جس میں والدین بچے کے مستقبل کی شخصیت کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، اس اعتبار سے کہ اس مرحلے پر بچہ تمام عادات، بری یا اچھی، یکساں طور پر حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

٭ جسمانی تربیت ضروری ہے اور یہ کسی خاص مرحلے یا عمر کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

٭ چھ سال کی عمر ایک بچے کے لئے تعلیم شروع کرنے کی صحیح عمر ہے۔

٭ قرآن، عربی زبان اور دینی علوم کی تعلیم کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے: وہ لازم العمل تدریسی منہج کے بارے میں کہتے ہیں: "جب بچے کے جوڑ مضبوط ہو جائیں، اس کی زبان درست ہو جائے، وہ تعلیم کے لئے تیار ہو جائے، اور سننے کے لیے متوجہ ہو جائے، تب وہ قرآن اور حروف تہجی کی شکلیں سیکھ سکتا ہے، اور دین کے مبادی پڑھ سکتا ہے۔"

٭ تعلیم میں انفرادی خصوصیات کی رعایت: ابن سینا نے طالب علموں میں انفرادی خصوصیات کو مدنظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے گروپ لرننگ کی حمایت کی ہے اور وہ طالب علموں کو ان کے رجحانات اور صلاحیتوں کے مطابق رہنمائی مہیا کرنے پر زور دیتے ہیں۔

٭ مادی انعامات کی بجائے اخلاقی انعامات اور سزا کے اصولوں کی اہمیت: آپ کا یہ کہنا ہے کہ طالب علم کی فطرت اور اس کے کام کو مدنظر رکھا جانا چاہیے۔ سزا کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے صَرفِ نظر کیا جائے، پھر تنبیہ، پھر ڈانٹ ڈپٹ اور آخر میں سزا دینے کا مطلب سدھارنا اور صحیح راستہ دکھانا ہے اور نرمی سے بدلنا ہے۔ سزا دینے کے پیچھے کوئی ذاتی انتقام یا نفرت نہیں بلکہ اچھی تربیت کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔

٭ وہ استاد کی خوبیوں کے بارے میں کہتے ہیں: کہ ایک استاد اخلاق سکھانے میں بصیرت مند ہونا چاہیے اور بچوں کے انتخاب میں ہوشیار ہونا چاہیے۔ بچپن اور بلوغت کے

مرحلے میں ایک ہی چیز کو سکھانے میں ماہر ہونا چاہیے۔ باوقار اور پرسکون ہونا چاہیے کیونکہ اس کا براہ راست اثر طلباء پر پڑتا ہے، اور جب وہ یہ چیز اپنائے گا تو یہ پہلی چیز ہوگی جو اس کے کردار میں جڑ پکڑے گی۔

٭ ان کا کہنا ہے کہ اخلاقی تعلیم کی کچھ شرائط ہیں جن کا پورا ہونا ضروری ہے، یعنی: ” سچائی اور عدل کی محبت، پاکیزگی، اطمینان، سخاوت، ہمت، صبر، بردباری، رازداری، علم، بیان، فہم، رحم، ثابت قدمی، عاجزی، نیکی، روح کو مادے کی آلائشوں اور حسن کے فریبوں سے پاک کرنا، اور یہ کہ فرد کا فہم اور خیالات بہترین ہوں، وہ سچائی، سچے لوگوں اور انصاف اور انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہو۔

٭ تعلیم کے بارے میں ان کا یہ خیال بھی ہے کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی اور اخلاقی خصوصیات معاشرے کے مختلف ثقافتی عناصر کے زیر اثر حاصل کرتا ہے۔ اس طرح یہ فرد ماحول اور اس کے تعلیمی نظام کے مطابق بنتا اور تبدیل ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ”تمام اخلاقیات خوبصورت ہوں یا بدصورت کسبی ہیں“۔ پھر فرماتے ہیں: ”اگر ہم شروع سے ہی خوبصورت اخلاق رکھنے والوں کے اعمال کے عادی ہو جائیں تو ہم خوبصورت اخلاق کے عادی بن جاتے ہیں اور اگر ہم پہلے سے ہی برے اخلاق والوں جیسے اعمال کرنے لگ جائیں تو ہم برے اخلاق کے عادی ہو جاتے ہیں۔

٭ گروپ میں سیکھنا اہم ہے کیونکہ یہ طالب علم کی شخصیت کو نکھارنے میں بہت اثر رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”لازمی ہے کہ بچے کو اچھے اخلاق اور اچھی عادات والے بچوں کی صحبت مل جائے، بچے کا دوسرے بچوں کے ساتھ ہونا اسے ہم آہنگی، نفرت اور مخالفت جیسے تجربات سے گزارتا ہے، اور یہ سب چیزیں ان کے لیے بحث ومباحثہ، مقابلہ، عادتوں کا میل جول، نفس کا تزکیہ، حوصلہ افزائی اور دلچسپی کا باعث بنتی ہیں۔“

٭ طالب علموں کو ان کی صلاحیتوں اور رجحانات کے مطابق رہنمائی کرنا، جہاں وہ کہتے ہیں: ”استاد کی ذمہ داری ہے کہ شاگرد کے لیے کوئی کام تلاش کرے اسے پڑھنے پر مجبور نہ کرے اگر وہ علم کی طرف مائل نہ ہو اور اسے خواہشات کے ساتھ چلنے نہ دے۔

* معذوروں کے لئےتعلیم: جہاں انہوں نے معاشرے کے بارے میں اپنے جامع وژن اور اپنی دور اندیش حقیقت پسندی کے ساتھ اس گروہ کو تعلیم دینے کی ضرورت محسوس کی جو کوئی صنعت سیکھنے سے قاصر ہے، تا کہ یہ لوگ معاشرے میں اپنا کردار ادا کر سکیں، اور دوسروں پر منحصر نہ رہیں اور دنیا میں عزت کی زندگی گزار سکیں۔

* تعلیم کا مقصد انسان کی تعمیر کرنا اور اسے قدرت کی قوتوں پر قابو پانے کی صلاحیت عطا کرنا ہے، تا کہ وہ ان قوتوں کو اپنی زندگی کی بہتری میں استعمال کرنے کے قابل بن سکے۔ اس کے ساتھ اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں میں مکمل ترقی ہو، اور ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور وہ ساری مہارتیں اور کام سیکھ کر اپنی اور اپنے معاشرے کی ترقی ممکن بنائے۔

* ابن سینا نے دینی اصولوں، اپنے دور کے وسائل اور اجتماعی حالات کو مدنظر رکھ کر ایک ایسا تعلیمی نصاب وضع کیا ہے جو ایک معاشرے کے تقاضوں کو پورا کرنے، اس میں بیداری لانے اور اس کے اقدار کو زوال سے چھٹکارا دلانے میں کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ ہر لحاظ سے ایک اجتماعی تعلیمی نظام ہے جس کے متعدد پہلو ہیں: انفرادی، معاشرتی، اخلاقی، دینی اور پیشہ ورانہ اور یہی وہ چیز ہے جو اسے قابل توجہ اور قابل مطالعہ ماہرین تعلیم اور صاحب فکر گروہ میں شامل کرتی ہے، جس نے انسانیت کو ایک خاص فلسفہ اور طب فراہم کرنے کے بعد علم کا ایک لامحدود ذریعہ فراہم کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ابن سینا: عہد پر ایک مقالہ، ص 419

۲۔ ڈاکٹر سید ہاشم رضا اور ڈاکٹر سید ہاشم عبدالعزیز: ابن سینا اور تربیت واخلاق پر اس کا نظریہ، ص 327

۳۔ یوسف محمد: ابن سینا کی تعلیمی فکر

۴۔ الجزیرہ ویب: زعیم صدر ابن سینا جو 16 برس کی عمر میں طب کا بہت مشہور نام بن گیا۔

۵۔ ڈاکٹر محمود عبداللطیف: ابن سینا کی تعلیمی فکر، ص 61

۶۔ ڈاکٹر شمس الدین عبدالامیر: ابن سینا کا نظریہ تعلیم، ص 141

مقالۂ خصوصی ڈاکٹر حافظ حسن مدنی (۱)

سپریم کورٹ کا مبارک ثانی کیس میں متنازعہ فیصلہ۔ایک تحقیقی جائزہ

قادیانیوں کے لیے درونِ خانہ اسلام کے نام پر تبلیغ کی اجازت

قادیانیت برطانوی استعمار کا کاشتہ زہریلا پودا ہے جس کے بد اثرات سوا صدی سے مسلم اُمّہ میں مغرب کی بھرپور تائید سے پھیلتے جارہے ہیں۔مسلمانوں میں استعماری آقاؤں سے وفاداری کے فروغ اور جوابی مزاحمت (جہاد) کے خاتمے کے لیے، ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کو سرکاری اور پھر عالمی سرپرستی میں پروان چڑھایا گیا اور قادیانیت کے ذریعے مغربیت نوازی کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔

دستوری وقانونی اساسات

قیامِ پاکستان کے بعد فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی کی جدوجہد کو چار بڑے مراحل میں سمجھا جاسکتا ہے:

i۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت ،جس میں قادیانیوں کو 'مسلم فرقہ' کی بجائے ایک مستقل مذہب قرار دیا گیا۔

ii۔ 1974ء کی دستوری جدوجہد میں 7ر ستمبر کو پاکستانی آئین کی دوسری ترمیم میں یہ آرٹیکل شامل کیا گیا:

''آرٹیکل نمبر 260(3) الف: 'مسلم' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے

---

(۱) چیئرمین شعبہ اطلاقی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 2011ء سے ممبر پنجاب قرآن بورڈ، حکومتِ پنجاب اور عدالتی معاون 'انتخابی اصلاحات 2017ء' کیس، اسلام آباد ہائیکورٹ 2018ء

پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔''

ب: 'غیر مسلم' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے منسوب کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔''

اس طرح حکومتی و آئینی سطح پر قادیانی اور لاہوری احمدی کافر قرار پائے۔ ستمبر 2024ء میں اس قانون کے 50 برس پورے ہو رہے ہیں، جس پر مسلمانوں میں متعدد 'گولڈن جوبلی پروگرام' منعقد کئے جا رہے ہیں۔

iii۔ 'قانون امتناع قادیانیت 1984ء' کے ذریعے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں درج ذیل آرٹیکلز کا اضافہ کیا گیا:

''298بی: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال:

(1) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو 'احمدی' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے

(الف) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو اُمّ المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔ یا

(د) اپنی عبادت گاہ کو 'مسجد' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

(2) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ُاحمدی ُ یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298 سی: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے: قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ُاحمدی ُ یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاوسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کی مذہبی احساسات کو مجروح کرے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔''

اس قانون کی رو سے قادیانیوں کا خود کو مسلمان ظاہر کرکے، اپنے باطل مذہب کی تبلیغ کرنا اور اسلامی شناختوں کو استعمال کرنا ایسا جرم ہے، جس کی سزا تین سال قید یا جرمانہ ہو سکتی ہے۔

اس قانون کے خلافِ آئین ہونے پر، 1993ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں ظہیر الدین کیس دائر کیا گیا، جس میں جسٹس عبد القدیر چودھری سمیت پانچ رکنی بنچ نے اس قانون کو برقرار رکھنے کا شاندار فیصلہ دیا۔

iv۔ چوتھا مرحلہ: ُانتخابی اصلاحات بل 2017ء ُ میں جب قادیانیوں کے تشخص میں تبدیلی کی گئی اور اس پر فیض آباد، راولپنڈی میں دینی جماعتوں نے دھرنا دیا، جس کے بعد اسلام آباد ہائی کورٹ میں جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے آئینی رِٹ پٹیشن نمبر 3847 و 3862 کے تحت 4 جولائی 2018ء کو 172 صفحات پر مشتمل مفصل فیصلہ دیا (جس میں راقم کو

فاضل عدالت کی معاونت کا موقع ملا)۔اس فیصلہ کی رو سے

a. شناختی کارڈ، پیدائش سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ کے حصول اور ووٹر لسٹ میں اندراج کے لئے دستور کے آرٹیکل 260 پر مشتمل ختم نبوت کا حلف نامہ لازمی ہے۔

b. تمام سرکاری و نیم سرکاری محکموں بشمول عدلیہ، مسلح افواج، آئینی عہدوں، اعلیٰ سول سروسز میں ملازمت کے حصول/شمولیت کے لئے بھی ختم نبوت کا یہی حلف نامہ لازمی ہے۔

c. مقنّنہ/ پارلیمنٹ آئین کے تقاضوں اور سپریم کورٹ و ہائیکورٹ کے سابقہ فیصلوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے ضروری قانون سازی کرے۔ اور ایسا ترمیم و اضافہ کیا جائے جس کے بعد کسی بھی اقلیت کی طرف سے اپنی شناخت چھپانے وغیرہ کی غرض سے، مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات کے استعمال کی روک تھام ہو سکے۔

فیصلہ میں عدالتِ عالیہ نے اہم ریمارکس دیے کہ

''دیگر اقلیتوں کے برعکس قادیانی اپنے تشخص اور نام مسلمانوں جیسے اختیار کر کے اعلیٰ اور حساس مناصب تک رسائی کے ذریعے ریاست سے فوائد سمیٹتے ہیں۔فوری طور پر اسلامیات کی تعلیم کے لئے اُستاد کا مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دیا جائے۔

''جو شخص بھی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، خائن، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''اس امر کو آئین کے اعلامیہ میں [حاکمیتِ الٰہیہ کے ساتھ] پڑھا جانا چاہیے اور پارلیمان کو اس بارے میں باضابطہ اقدام کرنا چاہیے۔

ریاست ہر شہری کا مذہبی تشخص واضح کرتی ہے۔ سو مسلمان ہو کر اپنے آپ کو غیر مسلم یا غیر مسلم ہو کر مسلمان ظاہر کرنے والا ہر شہری ریاست سے دھوکہ دہی، آئین کی پامالی اور ریاست کے استحصال کا مرتکب ہے۔

جب اقلیت کا کوئی فرد اپنا اصل عقیدہ و مذہب چھپا کر فریب کاری کے ذریعے خود کو مسلمانوں کا جز ظاہر کرتا ہے تو دراصل اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے الفاظ اور روح کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

☆ قادیانیت کے بارے میں مذکورہ چار اہم قانونی مراحل کے علاوہ، سپریم کورٹ کے حالیہ متنازعہ فیصلے کے تجزیے کے لئے پاکستان کے درج ذیل مزید قوانین کو تازہ کرلینا بھی مناسب ہے:

e قرآن کریم کی عظمت کو قائم رکھنا ضروری ہے اور اس میں تحریف کرنا مجموعہ تعزیراتِ پاکستان 1860ء کی درج ذیل دفعہ کی رو سے سنگین جرم ہے:

''295۔بی: قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی کرنا: جو کوئی قرآن پاک کے نسخے یا اس کے کسی اقتباس کی عمداً بے حرمتی کرے، اسے نقصان یا اس کی بے ادبی کرے، یا اسے توہین آمیز طریقے سے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لئے استعمال کرے تو وہ عمر قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔''

f اس جرم کی تشریح کرتے ہوئے 'پنجاب طباعت قرآن ایکٹ 2011ء' پاس کیا گیا کہ

آرٹیکل نمبر 7: ''قرآنِ کریم کی کسی آیت اور کسی قسم کی کتاب میں چھپنے والی آیت کے ترجمے اور تشریح میں اگر مسلمانوں کے کسی مسلّمہ اعتقاد پر اگر کوئی زد پڑی تو متعلقہ ناشر یا ادارہ اس غلطی کی بنا پر مجرم تصور ہوگا اور اسے آرٹیکل نمبر 9 میں مذکور سزائیں دی جائیں گی۔''(۱)

آرٹیکل نمبر 9: ''ایسا کرنے والے مجرم کو تین سے سات سال تک سزائے قید دی جائے گی، یا کم از کم ایک لاکھ روپے جرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''(۲)

حکومت پاکستان کے مروجہ قوانین کی ویب سائٹ پر 'پنجاب طباعتِ قرآن ایکٹ 2011ء' کا 2022ء میں ترمیم شدہ متن موجود ہے۔ http://punjablaws.gov.pk/

(۱) 7. Translation or interpretation of the Holy Quran contrary to belief of Muslims.–(1) Where, in a copy or record of the Holy Quran, or in any extract thereof published in a text book, ... be liable to punishment provided for in section 9. (The Punjab Holy Quran (printing and recording) Act XIII of 2011)

(۲) 9. …. shall be punished with imprisonment which may extend to seven years but which shall not be less than three years or with fine which shall not be less than one hundred thousand rupees, or with both. (Amendment) Act, 2022 (XLV of 2022)

laws/2456.html جس سے مذکورہ ترمیم شدہ سزا 3 تا 7 سال قید کو درج کیا گیا ہے جبکہ پنجاب قرآن بورڈ کے آفس ریکارڈ میں اسی ایکٹ کا 2011ء کا اصل متن بھی محفوظ ہے (پنجاب اسمبلی منظوری:30 مارچ 2011ء) جو پنجاب گزٹ، مئی 2011ء کے صفحہ نمبر 38644 ومابعد میں شائع ہوا تھا۔اس متن کی رو سے 2011ء میں اس ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے کی سزا 3 سال قید یا 20 ہزار جرمانہ یا دونوں مقرر کی گئی تھیں۔اس بنا پر سپریم کورٹ کا یہ موقف کہ 2019ء میں وقوعہ کے وقت اس جرم کی سزا مقرر نہیں تھی، حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ جرم اگر تحریفِ قرآن ہو جیسا کہ پنجاب قرآن بورڈ نے 4/دسمبر 2022ء کو قرار دیا تھا، تو مجموعہ تعزیراتِ پاکستان 295 بی کی رو سے عمر قید ہے اور اس کی تفصیل 'پنجاب طباعت قرآن ایکٹ' کی رو سے غیر مسلم کے شائع کرنے کے جرم پر 3 سال سزائے قید مقرر تھی، جسے 2022ء میں بڑھا کر 7 سال کر دیا گیا۔

g 'پنجاب ہولی قرآن پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ ضوابط 2011ء'، مجریہ 18/اگست 2011ء یہ قرار دیتا ہے کہ:

''ضابطہ نمبر 3: ناشرین قرآن اور قرآن ریکارڈنگ کمپنیوں کی رجسٹریشن: (4 سی): ناشرین قرآن کی رجسٹریشن درخواست دینے والے یہ حلف نامہ جمع کرائیں گے کہ وہ سچے مسلمان ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔''

2017ء میں پنجاب قرآن بورڈ کی ایک میٹنگ میں محمد حسن معاویہ، بہت سے تحریری ثبوتوں کے ہمراہ اس شکایت کے ساتھ تشریف [1] لائے کہ پاکستان میں قادیانی حضرات نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی غیر قانونی اشاعت کے مرتکب ہیں، کیونکہ 'پنجاب طباعتِ قرآن ضوابط 2011ء' کا قاعدہ 3(4) طباعتِ قرآن کی اجازت صرف مسلمان ناشرین کو ہی دیتا

---

[1] اُنہیں علم ہوا تھا کہ 24/جون 2017ء میں محکمہ کاؤنٹر ٹیررازم، چینیوٹ نے اپنے ریجنل آفس فیصل آباد کو یہ لکھا کہ تحریک جدید، ربوہ کی عمارت میں موجود نام نہاد 'تفسیر صغیر' کے ترجمہ میں تحریف پائی جاتی ہے اور اسے روکنے کے احکام صادر کئے گئے ہیں۔

ہے۔ بلکہ قادیانی قرآن کریم کی مختلف آیات کے ذومعنی تراجم، بالخصوص ختم نبوت کی آیات میں معنوی تحریف کر کے بھی تراجم قرآن کو پھیلا رہے ہیں۔

اس کے چند روز بعد محمد حسن معاویہ نے اس سلسلے میں عدالتِ عالیہ لاہور سے بھی رجوع کرلیا۔ اُنہوں نے رٹ پٹیشن نمبری 214966 / 2018ء میں انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب کو فریق بناتے ہوئے، ان کے خلاف شکایت کی کہ وہ قادیانی ناشرین قرآن کے خلاف اس بنا پر فوری کاروائی نہیں کررہے جو قرآن مجید کے عربی متن اور مسخ شدہ ترجمہ کی ناجائز طباعت واشاعت میں ملوث ہیں۔ سال بھر کی سماعتوں کے بعد، لاہور ہائی کورٹ کے جج شجاعت علی خاں نے 5/ مارچ 2019ء کو اپنا مفصل فیصلہ سنایا۔ 33 مفصل نکات اور 50 صفحات پر پھیلے فیصلے کے مصدقہ اُردو ترجمہ کے احکام بھی جاری کئے گئے۔ نکتہ نمبر 31 میں عدالت نے بہت سے احکام جاری کئے، جن کی رو سے ''اصل متن اور مستند مفہوم کے خلاف کوئی بھی مذہبی مواد بالخصوص قرآن مجید کی طباعت واشاعت پر کڑی نظر رکھنے کے لئے صوبائی اور وفاقی سطح پر قرآن بورڈ کو مزید مؤثر بنایا جائے۔''[۱]

نکتہ نمبر 12 کے تحت جج صاحب نے لکھا کہ پنجاب قرآن بورڈ کا یہ کہنا کہ اُنہوں نے کوئی ممنوعہ مواد نہیں پایا، بے وقعت ہے کیونکہ ممنوعہ مواد کی تیاری میں ملوث افراد کو اطلاع دینے کے بعد بورڈ کے ممبران نے یہ دورہ کیا، جس کی کوئی وقعت نہیں۔

نکتہ نمبر 27 میں لکھا کہ رہائشی مقامات کے تحفظ/تقدس کا یہ مطلب[۲] نہیں کہ اس طرح کسی ملزم کی غیر قانونی سرگرمیوں کی شہادت ہی ضائع ہو جائے۔ قرآن بورڈ کو مزید متحرک اور مؤثر ہونا چاہیے۔

نکتہ نمبر 20 کے تحت لکھا کہ ''طباعتِ قرآن ایکٹ 2011ء اور ضوابط 2011ء کے نفاذ

---

[۱] دیکھیں مکمل عدالتی فیصلہ: پی ایل ڈی 2019، لاہور ص 448

[۲] لاہور ہائیکورٹ میں پہلے ہی جسٹس شجاعت علی درونِ خانہ غیر قانونی سرگرمیوں کی ممانعت کی نشاندہی کر چکے ہیں، یعنی عدلیہ پہلے اس قانون کا اطلاق اسی طرح کرتی آئی، جس پر سپریم کورٹ میں مبارک ثانی کیس میں حالیہ گنجائش پیدا کی گئی، تفصیل آگے آرہی ہے۔

کی ذمہ داری جن سرکاری حکام پر ہے، وہ ملزمان کے حکومتی ایوانوں میں اونچے تعلقات کے سبب ان کے خلاف کارروائی کرنے سے گریزاں ہیں۔''

نکتہ نمبر 21 کے تحت لکھتے ہیں کہ اب تک سرکاری حکام کی عدم کاروائی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے ہیں۔ پولیس افسر قابل دست اندازی جرم پر دفعہ 154 کے تحت کاروائی نہیں کرتا تو وہ محکمانہ کارروائی کا مستوجب ہے۔

نکتہ نمبر 26 کے تحت لکھا کہ سرکاری حکام اپنے فرائض کی ادائیگی سے گریزاں ہیں اور ملزمان کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ پر ذمہ داری[۱] ڈال رہے ہیں۔

فاضل جج نے نکتہ نمبر 21 میں لکھا کہ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ قرآن کریم کی اشاعت ان کے بنیادی حقوق سلب کرنے کے مترادف ہے، کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ پاکستانی شہریوں کے بنیادی حقوق، دستور پاکستان اور دیگر قوانین میں لگائی گئی پابندیوں کے تابع ہیں۔[۲]

نکتہ نمبر 22 کے تحت لکھتے ہیں کہ ''دستور پاکستان غیر مسلموں کو ان کے مذہب اور عقیدہ کی اجازت دیتا ہے، لیکن یہ آزادی قانون، نظم عامہ اور ضابطہ اخلاق کے تابع ہے۔''

جب دستور کا آرٹیکل 260 ہی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے تو پھر دستور میں درج بنیادی حقوق (آرٹیکلز 8 تا 28) کو آرٹیکل 260 اور قانون امتناع قادیانیت 1984ء کی روشنی میں ہی دیکھا جائے گا۔ جب قادیانی دستور کے مطابق غیر مسلم قرار دیے جاچکے ہیں تو وہ کوئی

---

[۱] سپریم کورٹ میں مارچ 2019ء کے مبارک احمد ثانی واقعے پر دسمبر 2022ء میں تاخیر سے ایف آئی آر کے اندراج پر بھی اعتراض کیا گیا ہے، حالانکہ اس کی وجوہات اس سے قبل عدالتِ عالیہ میں پیش کی جاچکی ہیں، اور آئندہ تفصیلات چشم کشا ہیں۔

[۲] یہی وہ وضاحت اور موقف ہے جو سپریم کورٹ کے ظہیر الدین کیس 1994ء کے بعد سے اعلیٰ عدلیہ میں مسلسل جاری رہی ہے کہ قادیانی آئین میں اپنے بارے میں دی گئی وضاحت رغیر مسلم کو تسلیم کریں، پھر دستور کے آرٹیکل 20 میں مذہب کے مساویانہ اور مشروط حقوق کے بارے میں امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کے تحت، اُنہیں مذہبی حقوق دیے جائیں گے۔

ایسا کام نہیں کرسکتے جس سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں۔ بصورتِ دیگر قانون امتناع قادیانیت حرکت میں آئے گا۔

h ممنوعہ کتب یا تحریف شدہ قرآن کو اپنے پاس رکھنا بھی جرم ہے۔'انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء'، جو 1999ء اور 2001ء میں ترمیم ہوا، کی دفعہ 8 اور 9 کے تحت اس جرم کی سزا 7 سال قید اور جرمانہ ہے۔

Article 8:…(b) displays, publishes or distributes any written material which is threatening, abusive or insulting;

(d) has in his possession written material ... published by himself or another,

Article 9. Whoever contravenes any provision of section 8 shall be punished with imprisonment for a term which may extend to 5 years and with fine.(1)

''آرٹیکل 7ب: کسی بھی تحریری مواد کی نمائش، اشاعت یا تقسیم کرنا جو دھمکی آمیز، بدسلوکی یا توہین آمیز ہو؛

د: اس کے قبضے میں تحریری مواد یا ریکارڈنگ یا بصری تصاویر یا آوازیں ہوں جو دھمکی آمیز، بدسلوکی یا توہین آمیز ہوں تاکہ وہ خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ ظاہر یا شائع ہوسکیں۔

آرٹیکل 9: آرٹیکل 8 کی کسی بھی شق کی خلاف ورزی کرنے والے کو 5 سال تک قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔''

پاکستان کے مذکورہ بالا قوانین کو سامنے رکھتے ہوئے، مبارک احمد ثانی کیس کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

مبارک احمد ثانی کیس کی تفصیلات

7 ر مارچ 2019ء کو 'مدرسۃ الحفظ عائشہ اکیڈمی' چناب نگر، چینیوٹ کے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو نصرت جہاں کالج، ربوہ میں منعقدہ سالانہ تقریب

(1) The Anti-Terrorism Act, 1997 (Xxvii Of 1997)

تقسیم انعامات کے موقع پر نام نہاد 'تفسیر صغیر' کا تحفہ دیا گیا۔ کالج کے گراؤنڈ میں ہونے والی عوامی تقریب میں مسلمان بھی شامل تھے جنہوں نے باہر نکل کر پولیس سٹیشن میں کالج کے پرنسپل مبارک احمد ثانی کی شکایت درج کرائی۔ بعد میں قادیانیوں نے اس تقریب کو سوشل میڈیا ٹویٹر وغیرہ پر مشتہر بھی کیا۔

محمد حسن معاویہ کو تین سال اور 9 ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد 6/دسمبر 2022ء کو ایف آئی آر نمبر 661/22 درج کرانے میں کامیابی[1] ہوئی جس میں متعدد مجرموں کی بجائے صرف ایک مجرم: پرنسپل مبارک احمد ثانی کا نام ہی لکھا جاسکا۔ 7/جنوری 2023ء کو ملزم کی گرفتاری کے اگلے ہی روز قادیانیوں نے پولیس سٹیشن پر دھاوا بول دیا اور اس کا جلاؤ گھیراؤ کیا گیا۔

اس ایف آئی آر میں درج ذیل جرائم کو شامل کیا گیا:

تحریفِ قرآن (قانون 295 بی، سزا: عمر قید)

قادیانیت کی تبلیغ کے لئے اسلامی شعائر قرآن مجید کا استعمال (قانون 298 سی، سزا:

---

[1] واضح رہے کہ مذہبی مقدمات ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر DPO کی اجازت کے بغیر درج نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ کالج کی اس تقریب کی شکایت پولیس سٹیشن سے DPO کے پاس چلی گئی، 25 دسمبر 2019ء کو یہ درخواست محکمہ سائبر کرائم کے حوالے کردی گئی، 5 مئی 2021ء کو یہ درخواست پھر ڈپٹی کمشنر چنیوٹ نے سائبر کرائم کو بھیج دی۔ 17 مئی کو دوبارہ یہ درخواست اُنہیں واپس بھیج دی گئی۔

17/جون 2020ء کو آئی جی پنجاب کو بھی ایف آئی آر درج کرنے کے لئے درخواست دی گئی۔ یکم اکتوبر 2020ء کو ایس ایس پی انٹرا اکاؤنٹ ایبلٹی، فیصل آباد نے مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا، لیکن کامیابی نہ ملی۔ دونوں چینلز سے مایوسی کے بعد لاہور ہائیکورٹ میں درخواست نمبر 61473/20 درج کرائی گئی۔ کورٹ نے وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کو بھی درخواست درج نہ کرنے پر حاضر ہونے کے نوٹس جاری کئے، لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

اس دوران پنجاب قرآن بورڈ سے 28 مئی 2021ء کو تحریفِ قرآن پر رائے طلب کی گئی۔ 4/دسمبر 2022ء کو یہ رائے موصول ہوئی کہ واقعتہً تحریفِ قرآن کا جرم ہوا ہے۔ جس کے بعد 6/دسمبر 2022ء کو تین سال، نو ماہ کے بعد درخواست درج کی گئی۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبی جرائم کی روک تھام اور اس پر محض شکایت کا اندراج کس قدر مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ پھر نا معلوم کیوں اہل مغرب کی طرف سے پروپیگنڈا اور اقلیتوں پر عوامی دباؤ کا ناجائز الزام لگایا جاتا ہے۔ (مذکورہ تفصیلات شعور میڈیا، کراچی کی ایک ویڈیو سے حاصل کی گئی ہیں)

تین سال قید)

غیر مسلموں کی اشاعتِ قرآن اور تحریف (پنجاب قرآن طباعت ایکٹ 2011ء :آرٹیکل 7 تا 9)

جرائم کا تجزیہ

چناب نگر کی اس تقریب انعامات میں 'طباعت بورڈ ایکٹ 2011ء' کی دفعہ کے تحت جرم ہوا۔ ممنوعہ کتاب ہونے کے ناطے 'انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء' کے تحت بھی یہاں جرم ہوا۔ جب یہ کام قادیانی کررہے تھے اور باطل عقائد کی تبلیغ کے لئے اسلامی شعائر میں سے قرآن مجید کو استعمال کررہے ہیں تو یہ 'امتناع قادیانیت قانون 1984ء' کا 298 سی والا جرم ہوگیا۔ چنانچہ 295 بی ایک بار پھر عائد ہوگی، کیونکہ قرآن کریم کو غیر قانونی کام کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

قادیانی اپنے تبلیغی مشن (تحریک جدید) کے تعلیمی بورڈ (نظارتِ تعلیم) کے تحت اس جرم کا مسلسل ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ تحریف شدہ قرآن مجید قادیانی اداروں کے نصاب میں شامل ہے جیسا کہ مبارک احمد ثانی کی 2023ء میں گرفتاری کے موقع پر ان سے مدرسۃ الحفظ عائشۃ کا جو نصاب 2022۔2023ء برآمد ہوا، اس میں اس نام نہاد 'تفسیر صغیر' کو شامل نصاب دیکھا جاسکتا ہے۔ مجرم سے برآمد ہونے والی کتب میں نام نہاد تفسیر صغیر کے علاوہ ترجمہ قرآن مجید از مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع)، تفسیر کبیر از مرزا بشیر الدین محمود وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح 12 دسمبر 2022ء کو ایف آئی آر درج ہونے کے 6 روز بعد، جب مدعی نے ملزم مبارک احمد ثانی کو گرفتار کرنے کی درخواست دی تو اس میں بھی قرار دیا کہ تحریف شدہ قرآن کی اشاعت، تدریس اور تقسیم جاری ہے۔ گویا کہ جرم 2017ء سے تاحال جاری[1] چلا

[1] اس نکتہ کی وضاحت اسلئے ضروری ہے کہ پنجاب قرآن بورڈ نے جب 2021ء میں طباعتِ قرآن کے قانون 2011ء میں ترمیم منظور کی تو سپریم کورٹ نے 6 فروری کے فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ 2019ء کا جرم سزا کے اندراج سے قبل ہوا اور دستور کے آرٹیکل 12(1) کے تحت، ایسے جرم کو بعد میں طے پانی والی سزا سے رعایت حاصل ہے۔ حالانکہ مدعی نے مسلسل یہ مطالبہ کیا کہ جرم لگاتار جاری ہے اور اس تسلسل کو بھی ایف آئی آر میں بطورِ مسل ساتھ شامل کیا جائے، تاکہ قرآن ایکٹ والا جرم بھی ایف آئی آر کا حصہ بن سکے۔

آرہا ہے۔

قادیانیوں نے مرزا بشیر الدین کے ترجمہ وتشریح کو جب 'تفسیر صغیر' کے نام سے شائع کر کے عوام میں تقسیم کیا، تو اس طرح وہ 'طباعت قرآن ایکٹ 2011ء' کے ضابطہ 14 کی خلاف ورزی کے بھی مرتکب ہوئے جس کی رو سے قادیانی قرآن کریم کو شائع کر کے تقسیم نہیں کر سکتے۔

قادیانیوں نے جب ترجمہ قرآن میں اپنے مذموم عقائد کے لئے تحریف کی تو اس طرح وہ 295 بی میں درج تحریف قرآن کے جرم کے بھی مرتکب ہوئے۔قادیانیوں کی اس تفسیر میں تحریف درج ذیل ہے:

مرزا بشیر الدین محمود کی باطل 'تفسیر صغیر' میں دوسرے صفحہ پر ہی سورۃ البقرۃ کی چوتھی آیت کے ترجمہ میں یوں تحریف کی گئی، جس کو پنجاب قرآن بورڈ نے بھی 4/دسمبر 2022ء کو تحریف قرار دیا کہ:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴﴾ [البقرہ ۲:۴]

''اور جو تجھ پر نازل کیا گیا، یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا، اس پر ایمان لاتے ہیں، اور آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ کی تشریح میں آخرت کے مسلّمہ عقیدے کو مرزا قادیانی کے جھوٹے دعووں پر ایمان سے تبدیل کر دیا گیا، جس کی بنا پر اس نام نہاد 'تفسیر صغیر' کو صوبہ پنجاب کی وزارت داخلہ میں سیکشن 99-PC1898. Cr.A کی رو سے ممنوعہ یا بائیکاٹ شدہ کتب Proscribed کی فہرست میں نمبر 3 کے تحت آغاز میں ہی (2010SOIS111) درج کیا گیا کہ اُنہیں کسی بھی صورت میں پائے جانے پر حکومت فوری طور پر ضبط میں لے لے۔اسی طرح درج بالا دیگر قادیانی کتب بھی پنجاب قرآن بورڈ کے نوٹی فکیشن کے مطابق ممنوع ہیں۔

ماتحت عدالتوں اور سپریم کورٹ کی کاروائی

محمد حسن معاویہ کو تقریباً چار سال بعد 6/دسمبر 2022ء کو ایف آئی آر نمبر 661/22

درج کرانے میں کامیابی ہوئی۔سیشن کورٹ میں مقدمہ چلا، قادیانیوں نے ضمانت کا مطالبہ اور قانونی دفعات ختم کرنے کی درخواست دی جو مسترد کردی گئی، پھر 27 نومبر 2023ء کو لاہور ہائیکورٹ نے بھی اپنے فیصلہ میں مذکورہ جرائم کو برقرار رکھا۔سپریم کورٹ میں موجود ہزاروں کیسوں کو چھوڑتے ہوئے یہ مقدمہ فوری طور پر لگایا گیا اور حیران کن طور پر چیف جسٹس قاضی فائزعیسیٰ نے کیس نمبر 1054/ایل بابت 2023ء کا یہ فیصلہ 6/فروری 2024ء کو جاری بھی کردیا کہ:

''نکتہ نمبر 3: چونکہ 2019ء میں مذکورہ کتاب کی تقسیم/اشاعت جرم نہیں تھی، اس لئے آئین کے آرٹیکل 12(1) کی رو سے درخواست گزار مبارک احمد ثانی پر یہ فردِ جرم عائد نہیں کی جاسکتی۔''

اس گنجائش کا طریقہ یہ نکالا گیا کہ نام نہاد 'تفسیر صغیر' کو قرآن مجید کی تحریف کی بجائے ایک عام ممنوعہ کتاب بنادیا گیا،جس کے بعد تحریفِ قرآن کا جرم (298بی) اور اسلامی شعائر کے ذریعے قادیانیت کی تبلیغ (295 سی) کے جرائم از خود ختم ہوگئے۔اب ممنوعہ کتاب کی اشاعت کی سزا صرف 6 ماہ باقی رہ گئی۔ چنانچہ فیصلہ کے نکتہ نمبر 17 میں قرار دیا گیا کہ مبارک احمد ثانی کو پانچ ہزار روپے کے ذاتی مچلکہ پر فوری رہا کردیا جائے۔اُنہوں نے اسے حقائق کی بجائے اسے ایک جذباتی ایف آئی آر قرار دیتے ہوئے پولیس سٹیشن ،سیشن کورٹ اور ہائیکورٹ کی بھی سرزنش کی اور تمام جرائم کو حذف کرنے کا حکم بھی دیا۔

علمائے کرام سے رہنمائی

چیف جسٹس صاحب نے اپنے فیصلے میں قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا کہ جب دین میں کوئی جبر نہیں ہے تو پھر قادیانیوں کو بھی مذہبی آزادی ہونی چاہیے۔ نیز جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے تو پھر ہمیں اور حکومت کو اس بارے میں فکرمند ہونے کی کیا پڑی ہے؟

اس فیصلے سے پاکستانی عوام اور علما میں شدید بے چینی پھیل گئی۔ چنانچہ سپریم کورٹ نے

اپنے فیصلے کے بارے میں پاکستان کے 10 موقر دینی اداروں سے بھی رہنمائی کی گزارش کی۔ تمام علمائے کرام نے متفقہ تحریر کے ذریعے واضح کیا کہ ’دین میں جبر نہ ہونے‘ سے مراد، اسلام کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں ممنوعہ جبر کی وضاحت موجود ہے کہ:

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ [یونس ۱۰:۹۹]

’’اے نبی! کیا آپ لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔‘‘

اُنہوں نے بتایا کہ اسلام کو قبول کر لینے والا، اب کسی نئے شخص کو نبی نہیں مانا جا سکتا اور ایسا کرنے والا شخص مرتد ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا مشہور فیصلہ موجود ہے کہ آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کسی اور شخص کی نبوت ماننے والے کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ سیدنا نعیم بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَهُمَا -حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ:مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟، قَالَا : نَقُولُ كَمَا قَالَ، قَالَ: »أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا۔ (۱)

’’میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے دو ایلچیوں سے پوچھا، جبکہ آپ ﷺ نے (اس کذاب کا) خط پڑھا کہ ”تم دونوں (اس کے بارے میں) کیا کہتے ہو؟“ انہوں نے کہا: ہم وہی کہتے ہیں جو اُس نے دعویٰ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سفیر اور قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اُڑا دیتا۔“

اس واقعہ میں رسول کریم ﷺ نے اپنی رسالت کو ماننے کے بعد، مسیلمہ کذاب کو رسول ماننے والے سفیروں کو قتل کرنے کا فیصلہ دیا۔ لیکن سفیر ہونے کی وجہ سے ان کو فوری تحفظ

(۱) سنن أبي داوٗد: كِتَابُ الْجِهَادِ،بَابٌ فِي الرُّسُلِ، رقم 2761، صحیح

دیا گیا، جو صلح حدیبیہ کے ایک اور واقعہ میں بھی موجود [۱] ہے۔ بعد میں انہی سفیروں میں سے ایک ابن نواحہ کو مسیلمہ کذاب کی نبوت ماننے پر سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں قتل کروا دیا، جب کہ باقی مرتدین سے توبہ کا مطالبہ کر کے اُنہیں چھوڑ دیا گیا۔ جیسا کہ حارثہ بن مضربؒ سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ: مَا بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ، وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ، فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلِمَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ، فَجِيءَ بِهِمْ، فَاسْتَتَابَهُمْ غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ؛ قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: »لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ«. فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ، فَأَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فِي السُّوقِ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ. [۲]

''وہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے (جبکہ وہ کوفہ میں گورنر تھے) اور کہا: مجھے کسی عرب سے کوئی عداوت نہیں اور میں قبیلہ بنوحنیفہ کی مسجد سے گزرا ہوں تو میں نے اُنہیں پایا ہے کہ وہ لوگ مسیلمہ کذاب پر ایمان رکھتے ہیں (یہ مسجد کوفہ ہی میں تھی)۔ پس سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے اُنہیں بلوالیا، اُنہیں لایا گیا تو انہوں (عبداللہ بن مسعودؓ) نے ان سے توبہ کروائی، سوائے ابن نواحہ کے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اُس سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے (تجھ سے) کہا تھا: "اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا۔" اور آج تو سفیر یا قاصد نہیں ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے قرظہ بن کعبؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اس کو بازار میں (سرعام) قتل کر دیا۔ پھر فرمایا جو ابن نواحہ کو مقتول دیکھنا چاہتا ہے وہ اسے بازار میں

---

[۱] جب ابورافع قبطی کو قریش نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنا سفیر بنایا تو ان کا دل اسلام پر مطمئن ہو گیا، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: »إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلَكِنِ ارْجِعْ« "میں عہد کو نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں، تمہیں چاہیے کہ واپس جاؤ، اگر تمہارے دل میں وہی بات رہے جو اب ہے تو واپس آ جانا۔" (سنن ابوداود: 2758، صحیح) امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اس وقت بھی اس قومی روایت کی پاسداری کی، جب کہ مسلمانوں کا ابھی قریش سے معاہدہ حدیبیہ نہیں ہوا تھا۔

[۲] سنن أبي داوٗد: كِتَابُ الْجِهَادِ، بَابٌ فِي الرُّسُلِ، رقم 2762، صحیح

دیکھ لے۔''

مسند احمد کی صحیح روایت 3709 اور سنن دارمی کی روایت 2503 میں ان دونوں مرتد سفیروں کے نام ابن نواحہ اور ابن اُثال درج ہیں۔ اور اُن کی طرف مسیلمہ کذاب کی نبوت کا واضح اعتراف بھی وہاں مذکور ہے۔

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

''مرتد کی سزا کے دو درجے ہیں: اگر وہ عامی شخص ہے تو اس کو خالص اسلام کی دعوت دینی چاہیے، ان کے شبہات کو رفع کرنا چاہیے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کے دو مرتد قاصدوں کو کلمہ اسلام کی دعوت دی۔ اور اگر وہ مرتدوں کا قائد/داعی یعنی زندیق ہے، اور اپنی گمراہی کو ہی حق سمجھنے پر مصر ہے تو اس کو توبہ کی دعوت کی بھی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار رہے، اِلا یہ کہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر چکا ہو۔''[۱]

جب دربارِ رسالت کا فیصلہ ایسے مسلمانوں کے بارے میں یہ ہے کہ جب وہ کسی اور کذّاب کو نبی مانیں تو وہ مرتد ہو کر واجب القتل ہوں گے، تو آج جاوید احمد غامدی اور ان کے ہم نوا یہ دعویٰ کس طرح کر سکتے ہیں کہ ختم نبوت کو ترک کر کے، مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اقرار کرنے والے بھی مسلمان ہی ہیں۔

سنن ابوداؤد کی ان احادیث کی تشریح میں شارح سنن ابوداود مولانا عمر فاروق سعیدی لکھتے ہیں کہ:

''اسلامی معاشرے میں کفر اور ارتداد کا کھلے عام اظہار ناقابل معافی جرم ہے۔ بالخصوص سرغنے قسم کے لوگوں سے تو کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جا سکتی۔ بعض لوگ اسے آزادی افکار اور حریتِ فکر کہتے ہیں، اسلام جس کا قائل نہیں۔ اس کا نتیجہ الحاد، لادینیت اور ارتداد ہو کے سوا کچھ نہیں۔ کوئی بھی نظریاتی ملک اپنے اساسی نظریات کے خلاف لب کشائی کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی آزادی کا نتیجہ فکری انتشار اور نظریاتی انارکی کی صورت میں نکلتا ہے۔

---

[۱] الصارم المسلول از امام ابن تیمیہ، مترجم: ص 469، ناشر مکتبہ قدوسیہ، لاہور

یہ آزادیِ افکار وہی ہے جس کی بابت علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اور

اُس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے اِبلیس کی ایجاد

چنانچہ اُمّتِ اسلامیہ میں قادیانیوں کے مرتد ہونے پر اجماع پایا جاتا ہے، جیسا کہ عالم اسلام کے معتمد فقہی ادارے رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اسلامی اکیڈمی، جدہ کا اجماعی فتویٰ ہے کہ قادیانی نرے کافر کی بجائے مرتد ہیں:

وهٰذه الدعوى من ميرزا غلام أحمد تجعله وسائر مَن يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الإسلام. وأما اللاهورية فإنهم كالقاديانية في الحكم عليهم بالردة بالرغم من وصفهم ميرزا غلام أحمد بأنه ظل وبروز لنبينا محمد ﷺ.

''مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ اس کو اور اس کے ماننے والوں کو مرتد اور اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور لاہوری بھی ارتداد میں قادیانیوں کی طرح ہی ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ مرزا قادیانی کو ہمارے نبی ﷺ کا ظلی اور بروزی مانتے[1] ہیں۔''

صدر قرار بالإجماع باعتبار العقيدة القاديانية المسمّاة أيضا بالأحمدية عقيدة خارجة عن الإسلام خروجًا كاملًا وأن معتنقيها كفار

[1] بعض لاہوری قادیانی مرزا کو صرف مصلح قرار دیتے ہیں، لیکن ایسے شخص کو مصلح ماننا جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہو، بھی کفر ہے۔

مرتدون عن الإسلام، وأن تظاهر أهلها بالإسلام إنما هو للتضليل والخداع. وأنه يجب على المسلمين حكومات وعلماء وكُتّابا ومفكرين ودعاة وغيرهم مكافحة هذه النحلة الضالة وأهلها فى كل مكان فى العالم.[۱]

''اجماعی طور پر یہ قرار پایا کہ قادیانی عقیدہ جو احمدیت بھی کہلاتا ہے، اسلام سے کلیۃً خارج عقیدہ ہے۔ اور اس کے پیروکار کافر و مرتد ہیں۔ اور ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا گمراہی اور دھوکہ دہی کے لئے ہے۔ اور مسلم حکمرانوں، علمائے کرام، اہل قلم، مفکرین، داعیوں وغیرہ کو اس گمراہ فرقے اور اس کے پیروکاروں کا پوری طرح، دنیا بھر میں توڑ کرنا چاہیے۔''

علمائے کرام نے مزید واضح کیا کہ حفاظتِ قرآن بجا طور پر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے، لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حفاظ قرآن جیسے نفوسِ قدسیہ پیدا فرمائے اور مسلمانوں میں اس کے حفظ کو عظیم سعادت قرار دیا، گویا اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم فریضہ ایسے بعض دنیوی اسباب کے ذریعے پورا ہوتا ہے جنہیں اُس نے اُمتِ محمدیہ میں جاری فرمایا۔ اسی طرح مسلم حکام کو بھی حفاظتِ قرآن کے سلسلے میں اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے، جیسا کہ خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق اور پھر خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی نے اس کے لئے متعدد حکومتی اقدامات کئے۔ اور جس طرح مسلم حکومت دیگر جرائم مثلاً چوری اور بدکاری کے خاتمے کے لئے کوشش کرتی ہے، اسی طرح قرآن کریم نے مسلم حکومت کا یہ فریضہ قرار دیا ہے کہ وہ اُنہیں محض عوام پر چھوڑ دینے کی بجائے، ان کے لئے سرکاری سطح پر بھی انتظامات کرے اور اس کے لئے تعزیرات بھی جاری کرنی چاہئیں۔

پاکستان کے 10 رموقر دینی اداروں کے وابستہ علما نے اپنا موقف سپریم کورٹ کے سامنے پیش کیا، جبکہ پانچ اداروں نے تو ایک ہی متفقہ تحریر جمع کرائی۔ انہی علمائے کرام سے ملتا جلتا موقف اسلامی نظریاتی کونسل کا بھی تھا، جو حکومتی سطح پر دینی رہنمائی کا سب سے وقیع دستوری ادارہ ہے۔

سپریم کورٹ کا حتمی فیصلہ

''چار دیواری میں قادیانیت کی تبلیغ جائز ہے!''

[۱] عالمی فقہ اکیڈمی، جدہ کی دوسری کانفرنس 22 تا 28 دسمبر 1985ء کے موقع پر پہلے سیشن کی تیسری قرارداد کا متن

چیف جسٹس صاحب نے سب علماے کرام کے دلائل سنے، ان کی تحریرات پڑھیں، اور اس کے بعد 24 جولائی کو اس کیس کا ایک تفصیلی فیصلہ تحریر کیا، جس میں اُنہوں نے پیراگراف نمبر 42 میں یہ قرار دیا کہ

''آئینی وقانونی دفعات اور عدالتی نظائر کی اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ احمدیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد، اُنہیں آئین اور قانون کے مطابق اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے اور اس کے اظہار اور اس کی تبلیغ کا حق اس شرط کے ساتھ حاصل ہے کہ وہ عوامی سطح پر مسلمانوں کی دینی اصطلاحات استعمال نہیں کریں گے، نہ ہی عوامی سطح پر خود کو مسلمانوں کے طور پر پیش کریں گے۔ تاہم اپنے گھروں، عبادت گاہوں اور اپنے نجی مخصوص اداروں کے اندر انہیں قانون کے تحت مقرر کردہ 'معقول قیود' کے اندر 'گھر کی خلوت' کا حق حاصل ہے۔''

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد بہت سے سوالات پیدا ہو گئے کہ:

کیا پاکستان میں بعض جرائم مثلاً تحریف قرآن کے جرم 295 بی کو علانیہ طور پر کرنا تو منع ہے، لیکن گھریلو خلوت میں ایسا کرنا جائز ہے۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب ایک چیز جرم ہے تو اس کی درونِ خانہ کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟ کیا بم بنانے کی تربیت پرائیویٹ میں تو دی جاسکتی ہے، لیکن کھلے عام نہیں دی جاسکتی؟ کیا نظریۂ پاکستان کے خلاف غیر مسلموں کو درونِ خانہ تبلیغ کی اجازت تو دی جاسکتی ہے، ایسا کرنا صرف علانیہ ہی جرم ہوگا؟ کیا پاکستان کے خلاف اسرائیل وانڈیا کی مدد کی منصوبہ بندی اور جاسوسی کرنا، صرف علانیہ ہی جرم ہے، گھروں میں یا خاموشی سے نہیں؟ کیا چار دیواری میں تو بدکاری جائز ہے کیونکہ چار دیواری کو تحفظ حاصل ہے، لیکن یہ جرم علانیہ جائز نہیں ہے؟ جب باقی جرائم کے ساتھ یہ رویہ نہیں تو پھر تحریف قرآن کے ذریعے باطل قادیانی عقائد کی تعلیم وتربیت ہی کیوں کر جائز ہے.....؟

قادیانیوں کو اس سے قبل 298 سی کے تحت اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے اسلامی شعائر مثلاً قرآن مجید کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی، اب اس فیصلہ کے بعد کیا ان کے لئے گھریلو خلوت میں ایسا کرنا جائز ہو گیا ہے؟ کیوں کہ اسی بنا پر سپریم کورٹ نے مبارک احمد ثانی کو رہا کرنے کے احکام جاری کر دیے۔

یہ بھی کہا گیا کہ کیا مبارک ثانی کیس میں اس جرم کا ارتکاب گھریلو خلوت میں کیا گیا، یا عوامی تقریب میں؟ جس میں نہ صرف مسلمان شریک ہوئے بلکہ بعد میں سوشل میڈیا پر اس کی ویڈیو/تصاویر بھی چلائی گئیں؟

کیا قادیانیوں کو درونِ خانہ، اسلام کے نام پر اپنے عقائد کی تبلیغ کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ سے پاکستان میں جو بڑی تبدیلی سامنے آنے کی توقع کی جاسکتی ہے کہ اس سے قبل 298 سی کے تحت قادیانی پاکستان میں اپنے گمراہ مذہب کی نہ تو تبلیغ کر سکتے تھے اور نہ ہی اس کے لئے اسلامی شعائر کو استعمال کر سکتے تھے، ایسا کرنا قابل سزا جرم تھا۔لیکن اب حالیہ وضاحت کے بعد ان کے لئے ایسا کرنا ممکن بنا دیا گیا ہے۔

عدالتی فیصلے کو غیر مسلموں کے حقوق کے تناظر میں لیا جارہا ہے حالانکہ شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی اس سلسلے میں بالکل واضح ہے کہ اسلام،غیر مسلموں کو بے پناہ حقوق دیتا ہے جن میں عدل واحسان اور احترام وحسن سلوک کے ساتھ داخلی مذہبی آزادی بھی شامل ہے۔ تاہم غیر مسلموں کو یہ حقوق اسی وقت دیے جائیں گے، جب وہ اپنے فرائض بھی ادا کریں۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلم مُعاہَد کے طور پر رہتے ہیں، اور اپنے فرائض کو ترک کرنے کی صورت میں وہ نقض عہد یا عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ایسے غیر مسلموں کو یہ حقوق نہیں دیے جاسکتے جو اپنے فرائض ترک کر کے، نقض عہد کے مرتکب ہوں۔

اسلامی معاشرے میں رہنے والے غیر مسلموں کے فرائض درج ذیل ہیں جو خلافتِ عباسیہ کے چیف جسٹس امام ابوالحسن علی الماوردی (م 450ھ) نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب 'احکام سلطانیہ' میں درج کئے ہیں:

أَمَّا الْمُسْتَحَقُّ فَسِتَّةُ شُرُوطٍ:

أَحَدُهَا: أَنْ لَا يَذْكُرُوا كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالَى بِطَعْنٍ فِيهِ وَلَا تَحْرِيفٍ لَهُ.

وَالثَّانِي: أَنْ لَا يَذْكُرُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِتَكْذِيبٍ لَهُ وَلَا ازْدِرَاءٍ.

وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يَذْكُرُوا دِينَ الْإِسْلَامِ بِذَمٍّ لَهُ وَلَا قَدْحٍ فِيهِ.

وَالرَّابِعُ: أَنْ لَا يُصِيبُوا مُسْلِمَةً بِزِنًا وَلَا بِاسْمِ نِكَاحٍ.

وَالْخَامِسُ: أَنْ لَا يَفْتِنُوا مُسْلِمًا عَنْ دِينِهِ، وَلَا يَتَعَرَّضُوا لِمَالِهِ وَلَا دِينِهِ.

وَالسَّادِسُ: أَنْ لَا يُعِينُوا أَهْلَ الْحَرْبِ وَلَا يَوَدُّوا أَغْنِيَاءَهُمْ.

فَهَذِهِ السِّتَّةُ حُقُوقٌ مُلْتَزَمَةٌ فَتَلْزَمُهُمْ بِغَيْرِ شَرْطٍ، وَإِنَّمَا تُشْتَرَطُ إِشْعَارًا لَهُمْ وَتَأْكِيدًا؛ لِتَغْلِيظِ الْعَهْدِ عَلَيْهِمْ، وَيَكُونُ ارْتِكَابُهَا بَعْدَ الشَّرْطِ نَقْضًا لِعَهْدِهِمْ.

وَأَمَّا الْمُسْتَحَبُّ فَسِتَّةُ أَشْيَاءَ:

وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا يُسْمِعُوهُمْ أَصْوَاتَ نَوَاقِيسِهِمْ وَلَا تِلَاوَةَ كُتُبِهِمْ، وَلَا قَوْلِهِمْ فِي عُزَيْرٍ وَالْمَسِيحِ.

وَالرَّابِعُ: أَنْ لَا يُجَاهِرُوهُمْ بِشُرْبِ خُمُورِهِمْ، وَلَا بِإِظْهَارِ صُلْبَانِهِمْ وَخَنَازِيرِهِمْ.[۱]

''[مسلم معاشرے میں قیام پذیر] غیر مسلموں پر طے شدہ فرائض چھ ہیں:

1۔ وہ قرآن مجید میں طعنہ زنی اور تحریف نہ کریں گے۔

2۔ رسول اللہ کا تذکرہ بطور تکذیب اور تحقیر نہ کریں گے۔

3۔ دین اسلام کا مذموم اور عیب دار تذکرہ نہیں کریں گے۔

4۔ کسی مسلمان عورت سے بدکاری کا ارتکاب یا اس سے نکاح نہیں کریں گے۔

5۔ مسلمانوں کو ان کے دین سے بدگمان نہ کریں گے، اور ان کے مال و دین کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔

6۔ مسلمانوں سے جنگ کرنے والے کفار کی مدد، اور اور ان کے اہل ثروت سے محبت نہ

[۱] الاحکام السلطانیہ، قاضی ابوالحسن علی ماوردی 450ھ، دار الحدیث، قاہرہ

کریں گے۔

مسلمانوں کے یہ چھ حقوق بلاشرط غیر مسلموں/معاہدین پر نافذ ہیں۔ اگر کوئی شرط طے کرلے تو اس کا مقصد محض عہد کو پختہ کرنا، یاد دلانا اور تاکید کرنا ہے۔ اور ان کے نافذ رہنے کی بنا پر ان کو توڑنا نقض عہد شمار ہوتا ہے۔

اور جن چھ شرائط کو غیر مسلموں کے معاہدے میں طے کرنا مستحب ہے، وہ یہ ہیں:

3۔ ان کی عبادت کی گھنٹیاں اور مذہبی عبارتیں پڑھنے کی آواز مسلمانوں کے کان تک نہ پہنچے اور غیر مسلم سیدنا عزیر و سیدنا مسیح کو ابن اللہ کہنا مسلمانوں کو مت سنائیں۔

غیر مسلم اپنی شرابیں، صلیبیں اور خنزیر مسلمانوں میں لے کر نہ آئیں۔ وغیرہ''

حافظ ابن قیم الجوز یہ لکھتے ہیں کہ قاضی ابوالحسین محمد ابن ابی یعلیٰ (م 526ھ) نے کہا:

وَكَذٰلِكَ إِذَا فَعَلَ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ تَرْكُهُ وَالْكَفُّ عَنْهُ مِمَّا فِيهِ ضَرَرٌ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَآحَادِهِمْ فِي مَالٍ أَوْ نَفْسٍ، وَهِيَ ثَمَانِيَةُ أَشْيَاءَ:

1- الِاجْتِمَاعُ عَلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ. 2- وَأَلَّا يَزْنِيَ بِمُسْلِمَةٍ.

3- وَلَا يُصِيبُهَا بِاسْمِ نِكَاحٍ. 4- وَلَا يَفْتِنُ مُسْلِمًا عَنْ دِينِهِ.

5- وَلَا يَقْطَعُ عَلَيْهِ الطَّرِيقَ. 6- وَلَا يُؤْوِي لِلْمُشْرِكِينَ عَيْنًا.

7- وَلَا يُعَاوِنُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ بِدَلَالَةٍ - أَعْنِي لَا يُكَاتِبُ الْمُشْرِكِينَ بِأَخْبَارِ الْمُسْلِمِينَ. 8- وَلَا يَقْتُلُ مُسْلِمًا.

''جب غیر مسلم ممنوعہ امور اور مسلم افراد و معاشرہ کے جان و مال میں ضرر رساں باتوں کا ارتکاب کرے تو وہ عہد شکن ہے، یہ اُمور آٹھ ہیں:

مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمع ہونا، مسلم خاتون سے بدکاری کرنا، یا نکاح کے نام پر اسے مغالطہ دینا، کسی مسلمان کو اس کے دین سے بدگمان کرنا، راستے منقطع کرنا، کسی غیر مسلم کو پناہ دینا، غیر مسلموں کو اہل اسلام کی باتیں پہنچانا، کسی مسلمان کو قتل کر دینا۔''

وَ كَذَلِكَ إِذَا فَعَلَ مَا فِيهِ إِدْخَالُ غَضَاضَةٍ وَنَقْصٍ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَرْبَعَةُ أَشْيَاءَ:

1- ذِكْرُ اللهِ. 2- وَكِتَابِهِ.

3- وَدِينِهِ. 4- وَرَسُولِهِ بِمَا لَا يَنْبَغِي

سَوَاءٌ شَرَطَ عَلَيْهِمُ الْإِمَامُ أَنَّهُمْ مَتَى فَعَلُوا ذَلِكَ كَانَ نَقْضًا لِعَهْدِهِمْ أَوْ لَمْ يَشْرُطْ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ. [1]

اور جب کوئی غیر مسلم اسلام میں ذلت اور نقص کو فروغ دے، تب بھی اس کا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، کتاب اللہ میں، دین اسلام میں اور رسول اللہ کے بارے میں ایسے تذکرے جو نامناسب ہوں۔"

اوپر مذکور نقض عہد کی چھ صورتیں، کم وبیش ہر طرح قادیانیوں کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ مذکورہ سارا مقدمہ تحریفِ قرآن کے تناظر میں ہے، اسی طرح قادیانی جب مرزا قادیانی کو سیّد المرسلین وخاتم النّبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصداق بلکہ کامل واکمل صورت قرار دیتے ہیں تو یہ سیدھی سادی توہین رسالت ہے۔ جب وہ کلمہ طیبہ میں لفظ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں تو یہ اسلام میں طعنہ زنی اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا ہے۔ پھر قادیانی دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف سفارتخانوں اور عالمی اداروں میں زہر اُگلتے رہتے ہیں جس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ تو اس طرح قادیانی صرف کافر نہیں رہتے، بلکہ مرتد اور 'حربی کافر' بن جاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ ان جرائم کو بھی علانیہ جرائم تک محدود کریں تو کیا ان میں سے مسلم خاتون سے غیر مسلم کی بدکاری کے نقض عہد ہونے کے لئے علانیہ بدکاری کی شرط میں کوئی معقولیت ہے، یا قرآن اور توہین رسالت یا تحریف قرآن کی سزا وغیرہ صرف علانیہ صورت میں ہی جاری کی جائے گی؟؟

---

[1] احکام اہل الذمہ از امام ابن قیم: 3/1366، رمادی للنشر، دمام 1997ء

☆ قرآن وسنت سے علم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی دو صورتیں ہیں:

جنگجو یعنی حربی کافر اور غیر حربی کافر

اسلام میں ان غیر مسلموں کو بے پناہ حقوق دیے گئے ہیں جو حربی یعنی جنگجو نہ ہوں، اور جنگجو کافر اگر دور ہوں یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے، ان کے ساتھ سخت رویہ رکھا گیا ہے۔

سورۃ الممتحنہ میں کفار سے حسن سلوک کی ترغیب اور ممانعت، دونوں کی آیات موجود ہیں، ملاحظہ کریں:

﴿اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ [الممتحنہ ۹:۶۰]

’’اللہ تو تمہیں اُن لوگوں سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، اس بات سے کہ تم اُنہیں دوست بناؤ۔ اور جو انہیں دوست بنائے تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔‘‘

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی اپنی تفسیر ’تیسیر القرآن‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے: ایک وہ جو معاند تھے۔ مسلمانوں کو ایذائیں پہنچاتے، اسلام کی راہ روکتے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں سرگرم تھے۔ دوسرے مسالم جو کافر تو تھے مگر روادار تھے، غیر جانبدار بن کر رہے۔ مسلمانوں کو نہ کوئی دکھ پہنچایا نہ ان کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ لیا۔ اور یہ دونوں قسم کے لوگ مکہ میں بھی رہتے تھے اور اردگرد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے لیے الگ الگ احکام بیان فرمائے۔ پہلی قسم کے لوگوں سے سلوک کا بیان ابتدائے سورۃ سے چلا آ رہا ہے۔ رہے دوسری قسم کے بے ضرر قسم کے کافر تو ان کے ساتھ رواداری کا حکم فرمایا۔ یعنی ان سے تم کو بھی عداوت نہ رکھنی چاہیے۔ اور رشتہ داری کے حقوق کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور ان سے بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ کیونکہ انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ان دونوں سے سلوک میں فرق رکھا جائے۔

اس سے دو اہم باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک یہ کہ مسلمانوں کی عداوت کی بنیاد محض کفر نہیں بلکہ اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیاں ہیں ۔ اسی وجہ سے اسلام نے دوران جنگ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، عبادت گزار اور درویش قسم کے لوگوں اور جنگ میں شریک نہ ہونے والے کافروں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ اور دوسری یہ کہ اسلام ایک حق پسند، انصاف پسند اور امن پسند دین ہے۔ جو صرف ان لوگوں سے تعرض کرتا ہے۔ جو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یا اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔''

چنانچہ عداوت اور سازشیں کرنے والے کفار کی مسجد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منہدم کرا دیا، قرآن کریم میں مذکور مسجدِ ضرار کا واقعہ ہے کہ جب اسلام کے پردے میں دھوکہ دہی اور منافرت کو فروغ دینے کے لئے کفار نے اپنا ایک مرکز بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی ﷺ کو فوری طور پر اس مرکز کے خاتمے کا حکم دیا اور ان کو مسجد کے اسلامی شعار کو استعمال کرنے سے حکومتی طاقت استعمال کر کے روک دیا گیا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿107﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ﴾[التوبہ۹:۱۰۷،۱۰۸]

''کچھ اور لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس لیے کہ وہ (دعوتِ اسلام کو) نقصان پہنچائیں، کفر پھیلائیں، مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور یہ مسجد ایسے لوگوں کو کمین گاہ کا کام دے جو اس سے پیشتر اللہ اور اس کے رسول سے برسرِ پیکار رہے ہیں ۔ اور وہ قسمیں یہ کھاتے ہیں کہ 'ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کچھ نہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً یہ جھوٹے لوگ ہیں۔

(اے نبی)! آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہونا۔''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ ان آیات کی تفسیر میں اپنی تفسیر 'تیسیر القرآن' لکھتے ہیں:

''مسجد ضرار کا انہدام: تبوک کے واپسی کے سفر میں جب آپ مدینہ کے قریب ذی اَوان کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد ضرار کی تعمیر کی غرض و غایت اور منافقوں کی ناپاک سازشوں سے مطلع کر دیا اور حکم دیا کہ آپ کو ہرگز اس مسجد میں افتتاح کے لیے نماز

نہ پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے وہیں سے دوصحابہ مالک بن خشم اور معن بن عدی کوحکم دیا کہ فوراً جا کر اس مسجد کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو پیوند خاک کر دیا گیا۔‘‘

نبی کریم نے کفار سے حسن سلوک کیا اور ان سے سختی بھی کی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

»لَا تَبۡدَءُوا الۡيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ فَإِذَا لَقِيتُمۡ أَحَدَهُمۡ فِي طَرِيقٍ فَاضۡطَرُّوهُ إِلَى أَضۡيَقِهِ«.[1]

’’یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرو اور جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں ملو (تو بجائے اس کے کہ وہ یہ کام کرے) تم اُسے راستے کے تنگ حصے کی طرف جانے پر مجبور کر دو۔‘‘

مذکورہ تفصیلات سے علم ہوتا ہے کہ جو غیر مسلم معاہدے اور پر امن طریقے سے مسلم معاشرے میں رہیں، ان کے حقوق کی پاسداری کی جائے، اور جو فرائض اور ذمہ داری کو ترک کر کے صرف حقوق مانگیں، تو ان کے حقوق کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔ عصری سیاسی اسلوب میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جو غیر مسلم عمرانی معاہدہ یعنی دستور کی پاسداری کریں، تو انہیں ہی حقوق دیے جائیں گے، اور یہی علمائے کرام کا موقف ہے، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

الغرض غیر مسلم قادیانی اپنے شرعی فرائض پورے کرنے یا سیاسی عہد (دستور) کی پاسداری کی صورت میں ہی مسلم معاشرے میں اسلام یا دستور کے عطا کردہ حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

فیصلہ پر مذہبی اور سیاسی ردِّعمل

i۔ غیر مسلموں کو مذکورہ حقوق نہ دینے پر، 15 مارچ 2024ء کو پاکستان کے معروف دینی ادارے، اپنا متفقہ تحریری موقف پیش کر چکے ہیں۔ جس میں اُنہوں نے مکرر یہ مطالبہ کیا

---

[1] صحیح مسلم: كِتَابُ السَّلَامِ (بَابُ النَّهۡيِ عَنِ ابۡتِدَاءِ أَهۡلِ الۡكِتَابِ بِالسَّلَامِ وَكَيۡفَ يُرَدُّ عَلَيۡهِمۡ)، رقم 5661

ہے کہ

''آئین کی دفعہ 20 اور 22 میں غیر مسلموں کو جو مذہبی آزادی دی گئی ہے، وہ اس وقت ہے جب وہ اپنے آپ کو غیر مسلم مان کر اپنے مذہب پر عمل کریں، جیسے ہندو، عیسائی اور یہودی کرتے ہیں۔اس کے برخلاف قادیانیوں کا معاملہ الگ ہے۔...اس مقدمہ میں اصل سوال یہ ہے کہ قانون کی جن دفعات کے تحت ملزم پر مقدمہ قائم کیا گیا ہے، وہ دفعات ملزم پر ثابت ہوتی ہیں، یا نہیں؟ مقام افسوس ہے کہ اس اصل سوال پر زیر نظر فیصلہ میں یا تو گفتگو ہی نہیں کی گئی، یا نامکمل کی گئی ہے۔اور آیات قرآنی اور آئین کی غیر ضروری بحث کو چھیڑ کر پوری قوم، بالخصوص مذہبی طبقات کے جذبات کو برانگیختہ کیا گیا ہے۔''[۱]

اس موقع پر مختلف دینی اداروں، مثلاً ملی مجلس شرعی، حقوق الناس فاؤنڈیشن اور قرآن وسنت موومنٹ وغیرہ نے بھی اپنے تفصیلی بیانات سپریم کورٹ میں پیش کئے۔

ii۔ پاکستان کے نامور علمائے کرام: مفتی منیب الرحمن، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا یاسین ظفر اور مولانا عبدالمالک وغیرہ نے 4/اگست 2024ء کو دوبارہ اپنا متفقہ موقف پیش کیا کہ:

''مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی ملک کا شہری اس ملک کے آئین وقانون کا پابند ہے اور اسے آئین وقانون سے انحراف کا حق حاصل نہیں ہے۔خواہ وہ پیدائشی شہری ہو یا اس نے بعد میں اپنے اختیار سے اس ملک کی شہریت حاصل کی ہو جسے انگریزی میں Natural Citizenship کہا جاتا ہے۔اسی اصول کے تحت قادیانی اس امر کے پابند ہیں کہ آئین پاکستان کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے، اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں۔اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دیں، اور کسی بھی تاویل وتوجیہ کے تحت اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ نہ کریں۔

ان کے جائز حقوق ومفادات کا تعین یا اس کی بابت قانون سازی تو تب ہوسکتی ہے جب وہ اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، اپنے آپ کو غیر مسلم کی حیثیت سے رجسٹرڈ کرائیں، تو وہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے لئے مختص اقلیتی نشست کے حق دار بن سکتے ہیں۔لیکن آج تک قادیانیوں نے اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم ہی نہیں کیا، پس جو شہری کسی ملک کے آئین کو ہی تسلیم

---

[۱] ص نمبر 5، تحریری جواب مؤرخہ 15/مارچ 2024ء از مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمن، مولانا یاسین ظفر وغیرہ

نہ کریں تو وہ اس ملک میں جائز حقوق ومفادات کے حق دار نہیں بنتے۔

جیسا کہ سپریم کورٹ نے تسلیم کیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا اتباع اس پر لازم ہے، اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے میں واضح کہا گیا ہے کہ:

But this can be allowed if the non-Muslims preach as non-Muslims and not by passing of as Muslims. (PLD, 1985, FSC :117)

''قادیانیوں کو تبلیغ کی اجازت اسی صورت میں دی جاسکتی ہے جب وہ اپنے آپ کو غیر مسلم مان کر، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ کریں، نہ کہ اسلام کی تبلیغ کے طور پر۔''

اس کے باوجود سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ کے پیراگراف نمبر 42 میں علانیہ طور پر شرعی عدالت کے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے، جو قانون 298 سی کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلہ 1993ء میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جو کام پبلک ویو میں کیا جائے وہ پرائیویٹ نہیں ہوتا، اور کوئی ادارہ ایسا نہیں جسے پبلک ویو میں نہ کہا جاسکے، الا یہ کہ کسی خفیہ سرنگ میں واقع ہو۔ چنانچہ قادیانیوں کا اپنے آپ کو بطور مسلمان ظاہر کرتے ہوئے، اپنے مذہب کا پرچار قانوناً جرم ہے۔ اور ہر وہ کام جو آئین وقانون کی رو سے ممنوع ہے، مثلاً منشیات بیچنا یا ذخیرہ کرنا، ملک کے خلاف سازش کرنا، کسی کے قتل، اغوا برائے تاوان یا ڈکیتی کی منصوبہ بندی کرنا، یا دہشت گردی کا منصوبہ بنانا، یہ سب کام نجی ادارے اور گھر کی خلوت میں بھی منع ہیں، تو قادیانیت کی تبلیغ جو عام جگہ میں یا عوام کے سامنے قانوناً ممنوع ہے، اس کے لئے عوام کی چاردیواری یا نجی گھر میں جمع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

اگر عدالت کی رائے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے تمام ارکان، اور وہ پانچ ادارے جن سے عدالت نے اعانت طلب کی تھی، آن آیات کے ساتھ مقدمے کے تعلق یعنی سیاق وسباق کو نہیں سمجھ سکے تھے تو عدالت خود بتادیتی کہ آیات کا حوالہ اس مقدمے کے سیاق وسباق پر کس طرح مطابق تھا؟

ان تحریف شدہ نام نہاد تفسیروں اور ترجموں کو پڑھانا دفعہ 298 سی میں بیان کردہ جرائم

کے تحت داخل ہے یا نہیں؟ ایف آئی آر، چالان اور فرد جرم، تینوں جگہ ایسے افعال کا ذکر ہے جو واضح طور پر دفعہ 298 سی کے تحت آتے ہیں۔''[1] مختصراً

iii۔ امیر جماعت اسلامی، پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے بھی سپریم کورٹ میں اپنی نظر ثانی کی درخواست میں یہ مطالبہ کیا ہے کہ

''قادیانی ولاہوری (احمدی) جماعت کا معاملہ دیگر اقلیتوں، ہندوؤں، سکھوں، مسیحیوں وغیرہ سے یکسر مختلف ہے۔ انہوں نے آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے بعد نہ تو اپنے مذہب کا کوئی الگ نام رکھا ہے اور نہ اپنے مذہبی مراسم کا تعین کیا ہے۔ وہ اگر بدستور خود کو مسلمان، اپنے مذہب کو اسلام، اپنے جھوٹے نبی کو نعوذ باللہ پیغمبر اور نعوذ باللہ محمد رسول اللہ کا ہی دوبارہ نزول اور اپنے مراسم عبادات کو نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ قرار دے کر اپنے آپ کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ظاہر کریں گے تو یہ غیر آئینی، غیر قانونی ہوگا اور فتنہ وفساد کا ذریعہ بنے گا۔

قادیانی نہ تو آئین پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں، نہ اُنہوں نے خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا ہے اور نہ ہی وہ امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے آئینی و قانونی خلاف ورزیوں اور اسلامیانِ پاکستان کی دل آزاری کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ امر مبنی بر انصاف ہوگا کہ از خود نوٹس لیتے ہوئے فیصلے میں نجی اور عوامی سطح کی جو تفریق کی گئی ہے اس کو فی الفور حذف کیا جائے اور اس پہلو کو فیصلہ کا حصہ بنایا جائے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 298بی، سی و دیگر قوانین میں درج جرائم کا اطلاق چار دیواری کے اندر بھی قادیانی گروہوں پر یکساں لاگو ہوتا ہے اور کسی بھی قسم کی تفریق نہ ہے۔ نیز قادیانی گروہوں کو آئین و قانون کا پابند بنایا جائے کہ قادیانی گروہ مسلمانوں کی دینی اصطلاحات (شعائر اسلامی وغیرہ) استعمال نہ کریں۔ اسی طرح ان کے غیر قانونی اجتماعات (مثلاً نماز جمعہ، نماز عیدین وغیرہ) پر فی الفور مکمل پابندی عائد کی جائے اور حکومت کو پابند کیا جائے کہ ان کی عبادت گاہوں کے باہر 'غیر مسلم اقلیتی عبادت گاہ' بورڈ آویزاں کیے جائیں تاکہ ان کی شناخت واضح ہو سکے۔''

[1] سپریم کورٹ کے فیصلے پر مختلف مکاتب فکر کا متفقہ موقف: ص 2 تا 6، مؤرخہ 4/اگست 2024ء

iv۔ یہی موقف اس سے قبل سپریم کورٹ آف پاکستان، ظہیر الدین کیس میں جسٹس عبدالقدیر چوہدری لکھ چکے ہیں کہ:

''امتناع قادیانیت قانون جاری رہے گا، کوئی بھی ایسے حقوق نہیں دیے جا سکتے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ حکومت کو اس بات کا حق ہے کہ ملک میں مذہبی انتشار پیدا ہونے سے روکنے کے لئے پابندیاں عائد کرے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی مذہبی شخصیات، مقامات اور عبادات بجالانے کے لئے نئے نام اور شعائر و علامات اختیار کرنے میں کسی مشکل کا سامنا ہے۔ بلاشبہ پاکستان میں ہندو، عیسائی اور سکھ کمیونٹی اپنے مستقل ناموں کے ذریعے پرامن طور پر، کسی مشکل کے شکار ہوئے بغیر اپنے مذہبی اعمال اور تہوار بآسانی آزادی سے انجام دے رہے ہیں۔ حکومت کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ شہریوں کی زندگی، آزادی، جائیداد اور عزت کو پرامن طریقے سے تحفظ کرنے کا نظام وضع کرے۔''

''قادیانی اگر اپنے ہندو اور عیسائیوں کی طرح اپنے مذہب کا نام اور اس کی علامات کو تبدیل کر لیں تو انہیں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ اسلام کے نام پر اپنے گمراہ مذہب کی تبلیغ کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دہی کریں۔''[۱]

v۔ سپریم کورٹ میں پانچ رکنی بنچ کے اس فیصلے میں واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ:

''قادیانی حکمتِ عملی اس سوداگر کے فراڈ سے گہری مماثلت رکھتی ہے جو اپنے گھٹیا سامان کو ایک شہرت یافتہ فرم کا اعلیٰ قسم کا معروف سامان ظاہر کر کے چلتا کرتا ہے۔ قادیانی یہ تسلیم کر لیں کہ ان کی تبلیغ اسلام کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی طرف ہے تو بے خبر مسلمان بھی اپنے ایمان کو چھوڑ کر کفر قبول کرنے سے نفرت کریں گے، بلکہ الٹا قادیانیوں کے دلوں سے احمدیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اگر قادیانی آئینی دفعات کی پابندی کرتے تو اس (امتناع قادیانیت) آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔''[۲]

---

[۱] PLD 1987, SC 304, p361… PLD 1990, SC 1172

[۲] فیصلہ سپریم کورٹ 1993ء، جسٹس عبدالقدیر چودھری…بحوالہ'قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے':ص201 … SCMR 1718

اوراس سے قبل لاہور ہائیکورٹ بھی اپنے فیصلے میں ایسے ہی ریمارکس دے چکا ہے۔﴿۱﴾

پاکستانی قانون، پاکستان میں بسنے والے تمام شہریوں اور یہاں موجود تمام غیر ملکیوں پر نافذ Law of the Land ہے۔ پاکستانی قوانین 295 بی اور 298 سی، کے علاوہ طباعت قرآن ایکٹ میں درج جرائم کی سزا، ہر فرد کو ملے گی، اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی جرم کو درونِ خانہ تو درست سمجھا جائے لیکن علانیہ اسے جرم قرار دیا جائے، جیسا کہ لاہور ہائی کورٹ کے مارچ 2019ء میں جسٹس شجاعت علی خاں اور اسلام آباد ہائی کورٹ کے جولائی 2018ء کے فیصلہ میں جسٹس شوکت عزیز صدیقی واضح طور پر لکھ چکے ہیں۔

دوسری طرف سپریم کورٹ کے حالیہ چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے علاوہ آئندہ چیف جسٹس منصور علی شاہ بھی مسلسل سپریم کورٹ کی بالادستی پر اصرار کررہے ہیں اور مذہبی جماعتوں کے دباؤ کو قبول نہ کرنے کا عندیہ دے رہے ہیں۔انہوں نے اسلام آباد میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد آئین کا حکم ہے۔ہم 96 فیصد اکثریت کو آپس میں گفتگو کرنی چاہیے۔ہمیں سوچنا ہوگا کہ اقلیتی حقوق کا تحفظ کیسے کرنا ہے؟ عدالتی حکم پر عمل کرنا آئینی ذمے داری ہے۔اُنھوں نے کہا کہ'یہ کسی کا اختیار نہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل نہ کرے۔اقلیتوں کے حقوق سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد ہوگا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ انتظامیہ عدالتی فیصلے پر عمل نہ کرے۔''﴿۲﴾

vi۔ اسی طرح پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے بھی پارلیمان کی قومی اسمبلی کی 'قائمہ کمیٹی برائے قانون وانصاف' میں، بلا استثنا اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ

''وزیر قانون، حکومتی ارکان، پیپلز پارٹی اور پاکستان تحریک انصاف پر مشتمل کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ حکومت پاکستان اس فیصلے کے خلاف ریفرنس میں جاکر اس کو ختم کرائے گی۔ختم

﴿۱﴾ فیصلہ لاہور ہائیکورٹ، پی ایل ڈی 1992، لاہور...1

﴿۲﴾ انڈی پینڈنٹ نیوز، اُردو:10راگست 2024ء

https://www.independenturdu.com/node/175253

نبوت کے اس مسئلہ پر کوئی سیاست نہیں ہوگی بلکہ بعض ارکان کمیٹی نے ان جج صاحبان کے خلاف جوڈیشل کونسل میں ریفرنس بھیجنے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔سپریم کورٹ باراور ہائیکورٹ بارز نے بھی اس پورے فیصلے پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ جوفیصلہ آئین نے پہلے ہی کر دیا ہے کہ جوختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں تو ایسے لوگوں کو ظاہرا یا خاموشی سے گھر کی خلوت میں اسلام کے نام پر تبلیغ کا حق نہیں دیا جا سکتا۔آئندہ بھی ختم نبوت یا آئین کے خلاف کیے جانے والے فیصلوں کا راستہ رکے گا۔اس پر قومی اسمبلی میں قرارداد آئے گی جو حکومت سے اس فیصلہ کو ریورس کرانے کے لئے ریفرنس میں جانے کا مطالبہ کرے گی۔'' [۱]

vii۔ چنانچہ وفاقی حکومت نے 17/اگست 2024ء کو سپریم کورٹ میں درج ذیل بنیادوں پر نظر ثانی کی مکرر درخواست نمبر Crl.m.a 1113 / 24 جمع کرادی، جس میں کہا گیا ہے کہ:

''سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے 24/جولائی 2024ء میں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے سابقہ نظائر (مجیب الرحمٰن کیس اور ظہیر الدین کیس) کی پابندی کو لازمی قرار دیا گیا ہے لیکن فیصلے کے بعض فقروں سے اس کے برعکس تاثر ملتا ہے، اس لیے ان فقروں کی تصحیح کی جائے۔اسی طرح پاکستان کے نامور علماے کرام کی شرعی آرا کو پیشِ نظر رکھنے کی بھی استدعا کی گئی ہے۔

ان حالات میں سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ کافی متنازعہ حیثیت اختیار کر گیا ہے، جس سے قادیانیوں کو ایک غیر معمولی اور ناجائز رعایت حاصل ہوگئی ہے جس سے مستقبل میں سنگین مسائل جنم لیں گے۔ چنانچہ آئندہ چند روز میں سپریم کورٹ سے ہی اس سلسلے میں نظر ثانی شدہ فیصلہ کا انتظار رہے گا جس کے لئے پاکستانی عوام کو اپنا دباؤ برقرار رکھنا ہوگا۔ بصورتِ دیگر اصلاح احوال کے لئے وفاقی حکومت کے پاس اس سلسلے میں قانون سازی کے کوئی نئے بل یا صدارتی ریفرنس لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

---

[۱] جیو ٹی وی پروگرام، کیپٹل ٹاک از حامد میر: بیان علی محمد خان، رکن قومی اسمبلی، پاکستان تحریک انصاف

فکرودانش

ترک مسلم صوفی سکالر شیخ کبیر ہیل منسکی
اردو ترجمہ: عاصم رضا

مصنوعی ذہانت، ٹرانس ہیومنزم اور مابعد انسان (۱) دنیا کا روحانی چیلنج

شیخ کبیر ہیل منسکی (Kabir Helminski) ترکی الاصل مسلمان، امریکی نژاد مصنف اور مولانا روم کے انگریزی مترجم (پ 1947ء۔) اور مولانا رومؒ سے منسوب مولویہ سلسلے کے ایک صوفی شیخ ہیں۔

اسلام اور تصوف پر ان کی کتابوں کے نو زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ ان کی بعض تازہ کتابیں یہ ہیں:

Love's Ripining, Rumi on the Heart's Journey, The Rumi Daybook and *Holistic Islam*.

شیخ نے 26 اکتوبر 2018ء کو

Science and Nonduality Conference 2018 (Sand18)

کے زیر اہتمام ایک سیشن بعنوان ''انسان ہونے کا بھید''

(The Mystery of Being Human)

میں جو مضمون پڑھا، اس کا عنوان ہے:

(The Spiritual Challenge of Artificial Intelligence, Trans-Humanism and the Post-human World)

اور اس کا لنک یہ ہے:

https://www.tikkun.org/the-spiritual-challenge-of-ai-trans-humanism-and-the-post-human-world/

(۱)

شبانہ روز رونما ہونے والے واقعات کی تفہیم کے لیے ہماری ثقافت کی ایک مابعد

الطبیعیاتی تناظر سے محرومی کی وجہ سے میں خود کو اس بات پر آمادہ پاتا ہوں کہ ٹرانس ہیومنزم، مصنوعی ذہانت اور مابعد انسان کائنات سے متعلق سوال پر بات کروں۔ مذہبی فکر میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ نیز ُصرف قابل پیمائش ہی حقیقی ہے‘، کے اصول کو مذہبی فکر کا بدل ٹھہرانے کی بدولت ہم میں سے وہ لوگ بھی وجودیات اور مابعد الطبیعیات کے سوالات پر غور وخوض کرنے میں کمزور ہو گئے ہیں جو روحانیت کے حامل تو ہیں البتہ ان کو ٹھیٹھ معنوں میں مذہبی آدمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہم نے الوہی نظام میں گندھے ہوئے انسانی فطرت کے تصور کو کھو دیا ہے؛ اور اس کو انسانی شخصیت یا انسانی انا کی بت سازی سے بدل ڈالا ہے، خالص موضوعی اور غیر مربوط ہیجانات کے ساتھ۔

ٹرانس ہیومنزم، ٹیکنالوجی میں ہمہ وقت مشغول افراد (tech geeky) پر مشتمل کوئی ذیلی ثقافت نہیں ہے اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں کوئی خیالی پلاؤ ہے بلکہ ہمارے اذہان میں سرایت کر جانے والا ایک ایسا مظہر ہے جس نے ہماری صفتِ بشریت (humanness) پر اپنا نقش جمانا شروع کر دیا ہے۔ ہم انسانوں اور ٹیکنالوجی کی باہمی یکجائی کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو صرف ظاہری سطح پر ہی رونما نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ ایک ایسا ممکنہ ادغام ہے جو روحانی سطح پر عمیق ترین جہات کو بھی نگل سکتا ہے۔

ہم بیک وقت دو متفرق جہات میں زندگی گزارتے ہیں: پہلی جہت مادے اور توانائی کی دنیا پر مبنی ہے جس کو سائنس کھوجتی اور پرکھتی ہے نیز اس کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔ اپنی بہترین صورت (یا حالت) میں یہ جہت ایسی دنیا کو منکشف کرتی ہے جہاں توانائی اور مادہ، موج اور ذرات ایک دوسرے میں ضم ہوتے ہیں، حتیٰ کہ حقیقت سے متعلق ہمارے روایتی احساس کی جگہ بھی زمان و مکان کی ایک ناقابل بیان وحدت حاصل کر لیتی ہے، جو کہ عظیم صوفیاء کے عمیق مطالعہ کی یادگار ہے۔ تاہم ایک دوسری جہت بھی ہے جو اکثر و بیشتر حقیقت کے سائنسی بیان کی وجہ سے نظر انداز ہو جاتی ہے ایک ایسی جہت جو نہ صرف ہماری توجہ کی متقاضی ہے بلکہ بطور انسان ہمارے موضوعی تجربے کی سب سے زیادہ قیمتی اور بامعنی جہت ہے۔ عام طور پر اس جہت کو شعور سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن میں اس باریک نکتے کی جانب

توجہ مبذول کروانے کا متمنی ہوں کہ مذکورہ شعور محض ایک ذہنی تجربہ نہیں ہے بلکہ اقدار، کیفیات اور احساسِ یگانگت پر مبنی ہمارے تجربے کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ وہی پہلو ہیں، جن کے بارے میں کلائیو سٹیپل لیوس (C. S. Lewis: 1898 – 1963) نے کہا تھا کہ ''عین ممکن ہے کہ وہ بقائے حیات میں ہمارے معاون نہ ہوں تاہم جینے کو بامعنی ضرور بناتے ہیں''۔

یووال حراری اپنی کتاب ''انسانی الوہیت''(Deus Homo) میں ''مذہب'' سے آغاز کرنے والے ارتقائے انسانی کے ایک قوسی خط کو بیان کرتا ہے، جو دیوتاؤں اور اعتقادات کی اصطلاحات میں حقیقت کی تشریح کرتا تھا۔ کئی صدیاں قبل، انسانوں کے موضوعی احساسات کے بل بوتے پر انسان پرستی/ انسان دوستی نے مذہب پر سبقت حاصل کر لی تھی۔ موجودہ زمانے میں مصنوعی ذہانت(AI) اور ڈیٹا ازم (dataism) کے اس اعتقاد کی بدولت دونوں (نظریات) انسان پرستی کے قائم مقام بنتے جا رہے ہیں کہ تمام اشیاء اور افعال بنیادی اعتبار سے الگورتھم ہیں نیز جانداروں سے لے کر سیاسی اور مادی ہر قسم کے افعال، (درحقیقت) ڈیٹا پراسیسنگ کی اقسام ہیں اور مصنوعی ذہانت(AI) کی بدولت ان کی بہتر تفہیم اور واقفیت جلد ہی حاصل ہو جائے گی۔ یووال حراری کے تجزیے میں مذہب من پسند عقائد اور رجحانات سے زیادہ کچھ نہیں ہے جو حقیقت کی تفہیم کے لیے بالعموم بچگانہ اور غیر سائنسی کاوشوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے تجزیے میں روحانی ادراک اور اعلیٰ اخلاقی وجود کی خاطر ہونے والی جدوجہد کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ انسان پرستی کی صورت میں (مذہب کے بعد) ارتقائے انسانی کے دوسرے مرحلے کی حقیقت موضوعی تجربے یعنی خواہشات اور جذبات کا سہارا لینے سے زیادہ کچھ نہیں ہے تاہم انسان پرستی کا انسان کے اخلاقی وجود کو نتھارنے ، کندن کرنے یا جذبات میں ترفع ،تمناؤں ، آدرشوں اور الہامات سے کچھ لینا دینا نہیں۔ اور اب آخر کار مصنوعی ذہانت اور ڈیٹا ازم کے دور میں انسان کو صرف مادی معنوں میں ہی تصور کیا جاتا ہے: خوراک ،لباس ، سیاست ،تفریح ،کھیل ، کاروں اور جنس سے متعلق ہماری ترجیحات ہی ہماری شخصیت کی صورت گری کرتی ہیں۔ جب یووال حراری کہتا ہے کہ مصنوعی ذہانت ، ہمارے متعلق ہم سے زیادہ معلومات رکھتی ہے تو اس سے وہ انھی ترجیحات ، ذائقوں اور سماجی

شناختوں کو مراد لیتا ہے۔ ڈیٹا ازم کے اس جدید عقیدے کے ذریعے ہم اپنی بنیادی صفتِ بشریت کے انہدام کی گواہی دے رہے ہیں جس کی جگہ محض معلومات کی بت پرستی کو دی جارہی ہے۔ ڈیٹاازم کے اس جدید مذہب میں موضوعی تجربہ، کیفیاتی شعور (qualitative consciousness)، قلبی ادراک اور حیات کے سب سے زیادہ بامعنی تجربات حقیقت کے بیان سے خارج کردیے جاتے ہیں۔

ٹرانس ہیومنزم بنیادی طور سے انسانوں اور ٹیکنالوجی کا باہم ملاپ (ادغام) ہے اور ڈیٹاازم انسان کو اس کے مقام سے نیچے محض الگورتھم کی سطح پر گرادیتا ہے۔ٹرانس ہیومنزم کے حمایتی ماہرینِ ٹیکنالوجی کی جانب سے پیش کردہ انسانی شناخت کا تصور یہ ہے کہ ہم محض یادداشتوں اور صلاحیتوں کا ڈیٹا بنک ہیں اور معلومات کو بروئے کار لانے والی مشینیں ہیں۔ ہمہ گیر مشینی انتظام کے حامی فلسفی Totalist Cybernetic Philosopher مثلاً دانیال ڈینٹ(Daniel Dennett) بیان کرتا ہے کہ انسان صرف اعداد وشمار سے کام لینے والی ایک کمپیوٹر مشین ہے جو حاملِ شعور ہونے کے فریب کو جنم دیتی ہے۔ وہ انسانوں اور کمپیوٹر کے مابین کسی بنیادی وجودی امتیاز کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔اور رے کرزویل (Kurzweil Ray)اس بات کا قائل ہے کہ صرف تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ ذہین مشینیں شعور یافتہ ہوجائیں گی۔ٹیکنالوجی کے ان ماہرین کے نزدیک موت صرف معلومات کے کھوجانے کا نام ہے۔معلومات کو محفوظ رکھنے اور اس کی بازیافت کے ممکن ہونے کی بنیاد پر ہم لامتناہی زمانوں تک ''زندہ'' رہ سکیں گے نیز اپنی شناخت کو گمنامی کے گڑھے میں غرق ہونے سے بچاسکیں گے۔

انتہائی شخصی (deeply personal) سے لے کر آفاقی ماورائیت(cosmically transcendent) کی سطح تک، ہماری صفتِ بشریت ایک وسیع طیف تجربے کی حامل ہوتی ہے۔میں اس تقریر میں خاص مفروضات قائم کررہاہوں کہ میں ان لوگوں سے بات کررہاہوں جواس بات سے واقف ہیں کہ ہم حیاتیاتی سانچوں سے تعمیر ہونے والے کمپیوٹرز سے بڑھ کرہیں اور ہم معلومات سے لدے گوشت کے ڈھیر سے زیادہ ہیں؛ ہم اصل میں روحانی وجود ہیں۔

انسان کے مشینی نظام (cybernetic) پر مبنی تصور کے برخلاف ، ہماری حقیقی صفتِ بشریت کو ایک عظیم روحانی حقیقت کے تناظر میں ہی سمجھنا چاہیے۔(دینی متون میں بیان کردہ تصور)''صورتِ خداوندی پر تخلیق کردہ''imago dei: The image of God انفرادیت اور روح کے مابین ایک تعلق سمجھا تا ہے۔تمام روحانی روایات اس بات کی ترویج کرتی ہیں کہ انسان کا منبع ایک عظیم تر روحانی حقیقت میں ہے اور انسان اسی عظیم تر روحانی حقیقت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق رکھتا ہے۔ہندومت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام تسلیم کرتے ہیں کہ انسان بنیادی اعتبار سے آگہی وشعور کا مالک نیز ارادے اور محبت کے خمیر سے گندھی ہوئی داخلی حیات کا حامل ایک وجود ہے۔یہاں تک کہ بدھ مت بھی جو انا، روح اور خدا جیسے مابعد الطبیعیاتی بیانات سے گریز کرتا ہے، دانش اور احساسِ دردمندی کو اپنی روایت کے عناصر قرار دیتا ہے اور نروان/ روشن خیالی (enlightenment) کے مظاہر قرار دیتا ہے۔

انسان تجربات کے شوقین اور متلاشی وجود ہیں۔اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہمارے دستیاب طریقے یہ ہیں: تلاش مسرت، دنیا پر غلبہ، فکری کامیابی، تسکینِ انا اور بعض کے نزدیک ہستی مطلق، الوہی اور ماورائے بیان، حسن کا تجربہ بھی شامل ہوتے ہیں۔

تمام داخلی تجربات برابر یا یکساں تسلی بخش نہیں ہیں یا ہماری شناخت کی تفہیم کے لیے ایک جیسے نتائج مہیا نہیں کرتے۔شاید یہ بات درست ہو کہ چند افراد بربریت میں مسرت تلاش کرتے ہیں اور دیگر نہایت سطحی تجربات، ادنیٰ ترین خیالات، یا عصر حاضر کی غیر شخصی (مشینی) اور مصروف زندگی کی بدولت لاحق مستقل بے حسی کے ساتھ زندگی بسر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

کیا نفس (soul) کا کوئی کیفیاتی تجربہ ایسا ہے جو اعلیٰ تمناؤں کے ذریعے بروئے کار آتا ہے اور ان تمناؤں کے حصول میں صرف ہو جاتا ہے؟ اور کیا اس سب کی کوئی وقعت ہوتی ہے؟ چند انسان اپنی خودغرض امنگوں سے اوپر اٹھنے اور روحانی وحدت کو حاصل کر لینے کی ضرورت کو نہایت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔کچھ کردار کی خوبی کے خواہاں ہوتے ہیں۔

میں داخلی روحانی تجربے کی خاطر، انسانی تڑپ کے تناظر میں، روحانیات کی ایک تعریف

پیش کرنے لگا ہوں : روحانیات وہ سرگرمی (عمل) ہے جس کے ذریعے ہم اپنے حق (صداقت)اور ذوقِ حسن کو لطیف تر درجات تک پروان چڑھاتے ہیں۔ یہاں (اس تعریف میں)حسن کی شمولیت اس واسطے ہے کہ ''حق (صداقت)'' سے متعلق ہماری تفہیمات ،ہمیں ذوقی اعتبار سے متاثر کرتی ہیں۔ یہی تصور،عصر حاضر میں ہمیں درپیش مابعد انسان دنیا کے سوال پر ہونے والی میری تقریر کا مرکزی نکتہ ہے یعنی حسن وحق کا تجربہ کرنے کی ہماری صلاحیت کیا ہے؟

ہماری ٹیکنالوجی ہمیں کہاں لے کر جارہی ہے، کس مقصد کی خاطر اور اس سفر کا نگران کون ہے؟

توسیع حیات کے مقصد کی نیت سے ٹرانس ہیومنزم انفرادیت سے متعلق بنیادی معلومات کو کسی واسطے یا جسم میں منتقل کر دینے کا متلاشی ہوتا ہے خواہ وہ جسم حیاتیاتی ہو یا نہ ہو۔ یوں انفرادیت کو محض حیاتیات اور ڈیٹا کے ذخیرے تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ ان کے لیے اس ذخیرے سے ماورائیت صرف انجینئرنگ کا ایک مسئلہ ہے۔کیا ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ ہم ایک ڈبے یا حیاتیاتی روبوٹ میں محفوظ ہوجانے والی یادداشتوں کا مجموعہ بن کر رہ جائیں؟

ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ سمارٹ فونز، سوشل میڈیا اور مجازی حقیقت (ورچوئل ریئلٹی)نے ہماری سماجی حیات ،انسانی رابطے و یگانگت کی صلاحیتوں کو متاثر کیا ہے نیز کسریت اور خود فراموشی تک پہنچا دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر ،لوگ اپنا بیشتر وقت ٹوئیٹس ،فیس بک کی لائکس اور انسٹا گرام کی پوسٹوں کی بدولت وجود میں آنے والی سماجی شناخت کے ساتھ مجازی (ورچوئل) سماجی تعلقات کی اقلیم میں بسر کر رہے ہیں۔اس امر کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے ہمیں صرف اپنے آس پاس کے عوامی مقامات پر نگاہ ڈالنی ہے کہ بیشتر اشخاص ہمراہیوں کی بجائے اپنے آئی فونز کے ساتھ رابطہ قائم کرنے اور ان میں محو ہونے کو زیادہ اطمینان بخش سمجھ رہے ہیں۔ بیشتر خبریں ہمیں اس بات سے آگاہی دیتی ہیں کہ نئی نسل (یہاں میری مراد سکول کی ابتدائی جماعتوں کے طلباء سے ہے)،ہم سے نہایت مختلف ہے جو احساسِ یگانگت اور انسانی تعلق کی صلاحیت سے کافی حد تک عاری دکھائی دیتی ہے۔تاہم سماجی تعلقات میں برپا ہونے والا یہ انقلاب انسانی شناخت اور مصنوعی ذہانت کے ادغام کی محض شروعات ہے۔

(جاری ہے)

تفہیم دین مدیر

مسلمان زوال سے کیوں نہیں نکل پا رہے؟

* زوال وغلبہ سے بھی زیادہ اہم بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسلام پر عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟ کہ اسی پر ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

* مسلمان زوال سے اس لیے نہیں نکل پا رہے کہ اسلام اور مسلم دشمن قوتیں زیادہ فعال اور طاقتور ہیں اور ان کے مقابلے میں غلبۂ اسلام کی داعی قوتوں کی حکمت عملی ناقص اور محتاجِ نظر ثانی ہے۔

* مرغزار کالونی لاہور میں مدیر البرہان کا درسِ قرآن

مرغزار کالونی لاہور میں ڈاکٹر افتخار احمد منہاس صاحب نے 'قرآنک سرکل' کے نام سے ایک پلیٹ فارم بنا رکھا ہے جہاں وہ متنوع دینی سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے ہاں ہر اتوار کی صبح درس قرآن کا بھی معمول ہے۔ چند ماہ پیشتر انہوں نے وہاں ہمارے ایک محب عبدالعزیز جلوی صاحب سے مل کر ہمارا درس قرآن رکھا اور اس کا موضوع 'مسلمانوں کا عروج وزوال رکھا'۔ (اس موقع پر ہماری گفتگو کی تلخیص کے لیے دیکھیے البرہان کا شمارہ....)

پچھلے ہفتے ڈاکٹر صاحب نے ہمارا پھر درس قرآن اسی موضوع پر رکھا اور ان کا خیال تھا کہ اس موضوع پر ذرا کھل کر بات کی جائے۔ دراصل اس محفل میں ہر خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور ہم نے پہلے یہاں جو گفتگو کی تھی اس میں 'خیال وخاطر احباب' کا لحاظ رکھا تھا کہ نرم الفاظ میں بات سب سن لیں لیکن کسی کی 'دل آزاری' نہ ہو۔ اس دفعہ ہم نے زیادہ صراحت سے متعلقہ تحریکوں کا نام لے کر بات کی جس کے نتیجے میں تبلیغی جماعت کے دو صاحبان نے تو برسر موقع احتجاج کیا اور جماعت اسلامی کے ایک فرد نے بعد میں تبصرہ کیا کہ 'ڈاکٹر امین صاحب نے تو جماعت اسلامی کو بھی رگڑا دے دیا ہے'۔

غلبہ وعروج سے اہم تر مسئلہ

موقع پر ہم نے متعلقہ قرآنی آیات کے حوالے دے کر کہا کہ غلبۂ اسلام اور زوال سے

نکلنا بلاشبہ اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم اسلام پر عمل کررہے ہیں؟ یہ امر اس لیے اہم تر ہے کہ ہر مسلمان دین پر عمل کے حوالے سے اللہ کے ہاں انفرادی طور پر جواب دہ ہے اور اسی پر اس کی آخرت میں کامیابی کا انحصار ہے۔ اس لیے قطع نظر اس بات کے اور اس پر واجب ہے کہ مسلمان بحیثیت اجتماعی حالت غلبہ میں ہیں یا حالت زوال میں، ہر مسلمان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دینی تعلیمات پر عمل کرے۔ اس بنیادی بات کو کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وجہ سے نہ نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی اہمیت کم کی جاسکتی ہے۔

مسلمانوں کے زوال سے نہ نکل پانے کے اسباب

مسلمانوں کے زوال سے نہ نکل پانے کے اسباب خارجی بھی ہیں اور داخلی بھی۔ خارجی اسباب میں مغرب کی لادین فکر و تہذیب کے علمبردار مغربی ممالک کی اسلام اور مسلم دشمنی سرفہرست ہے جو نہیں چاہتے کہ مسلمان دینِ اسلام پر عمل کریں بلکہ وہ انہیں دین سے دور کرنے اور مغربی تہذیب کے فکری و عملی غلام بنائے رکھنے کے لیے ہر طرح کے اقدامات اور سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے حکمران بلکہ پورا طبقۂ اشرافیہ اس کام میں ان کے گماشتے کا کردار ادا کرتا ہے، خصوصاً میڈیا اور تعلیم کے غلط استعمال سے لوگوں کی ذہن سازی اور کردار سازی تخریبی رُخ سے کی جاتی ہے۔

داخلی اسباب میں سرفہرست ہماری دینی قوتوں کی ناقص حکمت عملی ہے۔ سہولت بیان کی خاطر پانچ عناصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے: ۱۔ جدید دینی سیاسی جماعتیں ۲۔ اصلاحی و تبلیغی جماعتیں ۳۔ دینی مدارس ۴۔ تصوف کے حلقے ۵۔ مزاحمتی تحریکیں۔ ان پانچوں عناصر نے مسلمانوں کو دین سے جوڑنے، اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے، اعلائے کلمۃ اللہ اور کفار خصوصاً ردّ مغرب کے لیے بلاشبہ بے شمار مثبت کوششیں کی ہیں اور ان کے مثبت نتائج بھی نکلے ہیں لیکن اس کے باوجود منزل ابھی دور دکھائی دیتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عناصر کے مناہج اور ان کی اختیار کردہ حکمت عملی خامیوں سے خالی نہیں۔ ہم یہاں محض اس خواہش میں کہ یہ دینی قوتیں زیادہ مؤثر اور مفید کام کرسکیں ان خامیوں کی نشاندہی کریں گے جن کی وجہ سے یہ زیادہ

بہتر اور مؤثر کام نہیں کر پا رہیں۔

جدید اسلامی تحریکیں

اس کی نمایاں مثالیں شرق اوسط میں الاخوان المسلمون اور ہمارے ہاں جماعت اسلامی ہے۔ پاکستانی سیاست کو اسلامی بنانے، تعلیم، دعوت، تربیت، خدمت خلق وغیرہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں مولانا مودودیؒ اور ان کی جماعت نے بہت مفید کام کیے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودیؒ نے جمات اسلامی کے لیے جو لائحہ عمل تجویز کیا وہ جماعت کے تقسیم ہندوستان سے پہلے کی پالیسیوں کے برعکس یہ تھا کہ پاکستان میں اقامت دین یا اسلامی انقلاب کا مقصد سیاسی جدوجہد کے ذریعے حاصل کیا جائے اور وہ بھی اس 'اسلامی جمہوریت' کے ذریعے جو مغرب کی الحادی فکر وتہذیب کی پیداوار ''مغربی جمہوریت'' کا محض چربہ تھی۔ فرد کی تعمیرِ سیرت، اصلاحِ معاشرہ، تعلیم وتربیت کے نظام کو بدلنا، ایمان کو پختہ کرنا، دینی تعلیمات پر عمل کرنا، جو تقسیم سے قبل جماعت کا مرکزی پروگرام تھا، وہ پس منظر میں چلا گیا۔ اس طرح جماعت اسلامی جو شروع میں ایک 'اصولی' جماعت تھی اب ایک سیاسی جماعت بن گئی اور چونکہ جمہور علماء نے مولانا مودودیؒ کی دینی فکر کی مخالفت کی اور جماعت اسلامی نے عوام کی دینی تعلیم وتربیت نہ کی اور نہ انہیں ہم خیال بنا سکی اس لیے عوام نے انہیں ووٹ نہیں دیے لہٰذا سیاست میں بھی جماعت اسلامی ناکام ہوگئی؛ مولانا مودودیؒ کی 'دینی تبدیلی بذریعہ سیاسی جدوجہد' والی اپروچ (یعنی اقامتِ دین اور اسلامی انقلاب) کو دوسری بہت سی تنظیموں نے بھی اپنا لیا ہے جیسے تنظیم اسلامی، تحریک اسلامی، خلافت کی تحریکیں، حزب التحریر اور عالم اسلام کے بہت سے ممالک کی جدید دینی سیاسی تحریکیں نے۔

دینی مدارس

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان میں اس وقت دین کے نام پر جتنی رونق ہے، وہ دینی مدارس اور مساجد کے علماء کرام کی رہینِ منت ہے لہٰذا دینی مدارس کی دینی خدمات سے انکار ممکن ہی نہیں۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دینی مدارس ابھی تک انگریزی دور کے ماحول سے باہر نہیں آ سکے۔ وہ صرف مساجد اور مدارس کے لیے علماء تیار کرتے ہیں اور ایسے افراد تیار ہی نہیں کرتے جو پاکستانی معاشرے اور ریاست کے لیے خدمات

انجام دے سکیں۔ دوسرے لفظوں میں اگر پاکستان میں شریعت نافذ نہیں ہوئی تو اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ دینی مدارس ایسے علماء تیار ہی نہیں کررہے جو معاشرے اور ریاست کو اسلامی بنا سکیں۔ دینی مدارس بلاشبہ ہزاروں طلبہ کو ہر سال عالم بنا کر نکالتے ہیں تاہم یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ یہ علماء کرام عوام وخواص کی تربیت کر کے انہیں اچھا مسلمان بنانے میں زیادہ کامیاب نہیں ہوسکے۔ نیز وہ جدید تعلیم حاصل کرنے والے کروڑوں طلبہ کی اسلامی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ نہیں کر پارہے حالانکہ معاشرہ اور ریاست انہی نے چلانا ہوتا ہے۔

اصلاحی وتبلیغی جماعتیں

ان میں سرفہرست پاکستان کی 'تبلیغی جماعت' ہے جو عالم اسلام کی سب سے بڑی غیر سیاسی دینی اصلاحی تحریک ہے۔ بلاشبہ تبلیغی جماعت اپنے شرکاء کے ایمان وعمل پر اثر انداز ہوتی ہے اور لوگوں کو بدلتی ہے لیکن اس کا سارا زور اپنے چھ نکات پر اور شرکاء میں ابتدائی دینی تبدیلی لانے تک محدود ہے جیسے نماز، روزہ، داڑھی کا اہتمام، شلوار قمیص، ٹوپی کا استعمال وغیرہ۔ دین کے اجتماعی پہلو جیسے اسلام کا معاشی نظام، اسلام کا تعلیمی نظام، اسلام کا سیاسی نظام، اسلام کا عدالتی نظام وغیرہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ لوگوں کو قرآن حکیم سے جوڑنے کا بھی ان کے ہاں کوئی انتظام نہیں۔

حلقہ ہائے تصوف

بلاشبہ قرون اخیرہ کے تصوف میں غیر اسلامی افکار اور رسوم ورواج کا کافی زور ہوگیا تھا جو ابھی تک باقی ہے بلکہ بہت سے نیک لوگوں کے سجادہ نشینوں نے تزکیۂ نفس کی بجائے نوٹوں اور ووٹوں کا کاروبار اختیار کرلیا ہے اور وہ تصوف جو کبھی قرآنی تزکیۂ نفس کا گہوارہ ہوتا تھا اب دین کے نام پر دنیا کمانے کا ذریعہ بن چکا ہے اگرچہ صحیح لوگ اب بھی خال خال موجود ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ تصوف پر، جو مسلمانوں کے تزکیۂ نفس کے لیے قائم کیا گیا تھا، اس پر نظر ثانی کی جاتی اور اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق بنا کر اس سے دینی تعلیم وتربیت کا کام مفید اور مؤثر انداز میں لیا جاتا لیکن اس کی طرف دھیان نہ ہونے کے برابر ہے۔

خروج و جہاد کی تحریکیں

جدید دینی سیاسی تحریکیں جب پُرامن سیاسی جدوجہد سے اسلامی انقلاب لانے میں ناکام ہوگئیں تو ان میں سے بعض جذباتی اور مشتعل مزاج لوگوں نے تشدد کی راہ اختیار کرلی جیسے جماعت اسلامی پاکستان سے نکل کر بعض لوگوں نے باجوڑ میں 'تحریک نفاذ محمدی' شروع کردی اور الاخوان المسلمون میں سے نکلنے والوں نے 'جماعۃ الھجرۃ والتکفیر' بنالی اور بعض لوگوں نے القاعدہ اور داعش میں شمولیت اختیار کرلی اور بعض نے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں تحریک طالبان پاکستان قائم کرلی۔ ان میں بعض نے مسلمان حکومتوں کے خلاف مزاحمت شروع کردی اور بعض نے مغربی قوتوں کے خلاف۔

ہم دو وجوہ سے ان مزاحمتی جماعتوں کی جدوجہد کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے مفید اور مؤثر نہیں سمجھتے۔ ایک اس وجہ سے کہ اکثر مسلم معاشروں میں (اور خصوصاً پاکستان میں) دعوت واصلاح کے ذریعے پُرامن تبدیلی لانے کے مواقع موجود ہیں تو ان مواقع کی موجودگی میں خروج کا کوئی جواز نہیں رہتا جبکہ حکمران بھی خود کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں اور انہوں نے پاکستانی دستور میں بہت سی اسلامی دفعات ڈال رکھی ہیں اور بہت سے اسلامی قوانین بنا رکھے ہیں اور اس وجہ سے ان غیر صالح مسلم حکمران کے اقدامات کو کفر بواح قرار دینا مشکل ہے۔

دوسرے یہ کہ امریکی، یورپی اور بھارت کی خفیہ ایجنسیوں نے اپنے آدمی ان مسلح تنظیموں میں گھسا رکھے ہیں جو ان کی تربیت بھی کرتے ہیں اور انہیں مالی معاونت بھی مہیا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ مزاحمتی تحریکیں اسلام دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہیں لہٰذا ان کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ افغان طالبان کی پوزیشن الگ ہے۔

قارئین کرام!

ہم نے مذکورہ پانچ دینی قوتوں کے مناہجِ فکر کا مختصر تجزیہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کے کاموں کی خوبیوں کے ساتھ ان کی خامیوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو زوال سے نکالنے میں زیادہ مؤثر کردار ادا نہیں کرسکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ دینی قوتیں صحیح رُخ میں مؤثر اور مفید طریقے سے جدوجہد کریں۔ ہم 'تحریک اصلاح المسلمین' کے پلیٹ فارم سے انہیں یہ باتیں یاد دلاتے رہیں گے، ان شاء اللہ۔

اسلام اور مغرب سید خالد جامعی

قوموں کے عروج وزوال کا انحصار سائنس وٹیکنالوجی پر نہیں ہوتا

مسلمانوں کی دنیوی واخروی فلاح کا انحصار ہدایت پر ہے نہ کہ سائنس وٹیکنالوجی پر

سائنس پرست مسلم دانشوروں کی غلط فہمیاں

سید خالد جامعی صاحب کے اہم سوالات

* سائنس پرست سورۃ الانفال کی آیت میں تحریف کرکے اپنے مطلب نکالتے اور پھر اس سے مغرب کی پیروی کا استدلال کرتے ہیں۔ سورۃ الانفال میں کہا گیا ہے کہ اپنی استعداد، صلاحیت، طاقت کے مطابق دشمن کو خوف زدہ رکھنے کے لیے اور اپنے دفاع کے لیے قوت فراہم رکھو۔ آیت ۶۰ کے الفاظ ہیں ''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ قوت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیار کر رکھو تاکہ دشمن کو خوف زدہ کردو۔'' اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قوت مہیا کرنے کے لیے دشمن یا کفار سے قرضے لو، پھر اسی قرضے سے اسی دشمن سے اسلحہ خریدو اور پھر اس اسلحہ سے دشمن کو خوف زدہ کرو۔ عالم اسلام کے تمام ممالک کو دشمن پچاس سالہ پرانی سائنس وٹیکنالوجی دیتا ہے اور یہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں۔ ان کے ایمان کا حال یہ ہے کہ پاکستان نے ایٹم بم بنایا تو پہلے اسے اسلامی بم کہا گیا۔ ضیاء الحق نے کہا کہ عالم اسلام کے تحفظ کے لیے ہے۔ پھر یہ بم صرف کشمیری ہوگیا پھر یہ بم صرف علاقائی مقامی قومی اور پاکستانی رہ گیا۔ عمران خان نے کہا کہ اگر مسئلہ کشمیر ختم ہوجائے تو اس بم کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا پاکستان امریکہ سے اسلحہ امریکہ سے لڑنے کے لیے لیتا ہے یا امریکہ کے حلیف اور غلام کی حیثیت سے لیتا ہے؟ جس کا کام امریکی عسکری مفادات کی نگرانی ہے۔ ۷۷ سال سے یہ کام پاکستانی فوج کررہی ہے۔

* اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کسی قوم پر کبھی عذاب اس لیے نازل نہیں کیا کہ وہ قوم سائنس وٹیکنالوجی میں پیچھے رہ گئی تھی اسی لیے قرآن میں سائنس وٹیکنالوجی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ کسی قوم کو سائنس میں پیچھے رہنے کے گناہ کی پاداش میں نہیں پکڑا گیا۔ جس قوم کو بھی اللہ نے پکڑا فقط

اس کے گناہوں کی بنیاد پر پکڑا۔سورۃ الشّمس آیت پندرہ میں آتا ہے کہ آخر کار ثمود کے گناہوں کی پاداش میں ان کے ربّ نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو ہلاک کر دیا۔ الحاقہ میں آتا ہے کہ اس خطائے عظیم کا ارتکاب فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں نے اور تلپٹ ہو جانے والی بستیوں نے کیا۔ان سب نے اپنے ربّ کے رسول کی بات نہ مانی تو اس نے ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا ﴿فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً ۝١٠﴾۔ کفار تو اپنی مادی شان وشوکت پر اتراتے ہوئے اکڑتے تھے۔سورہ مریم آیت ۷۳ میں آتا ہے مسلمانو بتاؤ دونوں گروہوں میں سے کون بہتر مادی حالت میں ہے اور کس کی مجلسیں زیادہ شاندار ہیں؟ قرآن نے اس کا جواب الحج میں دیا کہ رسول کے بعد رسول آتے رہے، ان کی قومیں ان کا انکار کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر ان کو تباہ و برباد کرتے رہے۔ان سب منکرینِ حق کو ہم نے پہلے مہلت دی پھر پکڑلیا۔﴿ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ﴾

* علماء نے مدارس میں پندرہ سو سال تک اسلاف جیسے لوگ پیدا کیے، ایک بھی سائنس دان پیدا نہیں کیا نہ آج علماء کا دعویٰ ہے کہ ان کے مدارس سائنس دان پیدا کریں گے۔ یونیورسٹیاں بتائیں کہ اربوں ڈالر کھا کر وہ ایک سائنس دان اور ایک ایجاد پیش نہیں کر سکیں۔انہیں تو بند کر دینا چاہیے۔یہ قوم پر بوجھ ہیں۔انہوں نے کچھ ایجاد نہیں کیا اور گالی مولوی کو دیتے ہیں۔

* سر سید کے حقیقی جانشین جاوید غامدی صاحب نے ''مقامات'' میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے ذہین لوگ فلسفہ اور تصوف کے روگ میں گرفتار ہوئے جس کی وجہ سے سائنسی ترقی نہیں ہو سکی۔ حیرت ہے کہ غامدی صاحب نے اس کمی کو دور کرنے کے لیے کوئی سائنسی ادارہ قائم نہیں کیا بلکہ غامدی اسلامک سینٹر قائم کر دیا یعنی ان کو بھی سائنس سے نہیں اسلام کی بخیہ گری سے ہی دلچسپی ہے۔انہیں چاہیے کہ وہ سائنس دان پیدا کر کے دکھائیں۔

* سائنس پر لکھنے والے اکثر مسلم مفکرین یورپ مرکز (Eurocentric) مزاج رکھتے ہیں کہ بس اسلام سے سائنس یورپ کو منتقل ہو گئی۔ وہ چین، ہند اور مصر کی بات ہی نہیں کرتے جہاں سائنس مسلم دنیا سے بہت آگے تھی اور مسلم دنیا نے خود علوم عقلیہ کہاں سے لیے؟ اس کی بھی ایک تاریخ ہے حسین نصر کی کتاب ''اسلام ان ماڈرن ورلڈ'' پڑھ لیں۔

* حسین نصر نے اپنی کتاب ''سائنس، سولائزیشن اینڈ اسلام'' میں عالم اسلام کے سائنس دانوں کی فہرست دی ہے۔ ابن خلدون بھی اس فہرست میں ہے۔ جتنے سائنس دان پندرہ سو سال میں عالم اسلام نے پیدا کیے اتنے سائنس دان صرف MIT میں اس وقت کام کر رہے ہیں۔

* کسی نبی نے، اس کے صحابہ نے یا تابعین نے کوئی سائنسی ایجاد دنیا کو دی؟ اسلاف میں کتنے سائنس دان تھے ان کے نام بتا دیں؟

* اسلامی ممالک صرف سائنس کی تعلیم پر یونیورسٹیوں میں اربوں ڈالر خرچ کر چکے لیکن کوئی سائنس دان کیوں پیدا نہیں کر سکے؟ یہ ہے اصل سوال۔ پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی ہالینڈ سے اسمگل کر کے لایا، خود مسلم سائنس دان اربوں ڈالر کھانے کے باوجود کیا کر رہے ہیں؟

* ہم نے کسی مسلم کو اور مسلم ملک کو سائنسی ترقی سے کبھی نہیں روکا لیکن سائنس کی حمایت کرنے والے ترقی ہی نہیں کرتے۔ مضمون لکھنے کی بجائے سائنس دان بنیں اور ترقی کر کے دکھا دیں، ہم نے کب روکا ہے؟ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) سے کہا تھا کہ ہم آپ کو محلات دے سکتے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ ان کے مال ودولت کی کیا اوقات ہے؟ لیکن اللہ کے رسول نے کہا مجھے دنیا نہیں چاہیے۔

* غزہ اور افغانستان میں دنیا کی جدید ترین سائنس وٹیکنالوجی کو مجاہدین نے بے سروسامانی کے باوجود شکست دی۔ دنیا کی تمام قومیں، تمام اسلحہ افغانستان میں امریکہ کے ساتھ تھا تو ان کی سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے مجاہدین کا کیا بگاڑ لیا؟

* دورِ امیہ وبنوعباس اندلس میں مسلمان کیا کیا Export کرتے تھے؟ ان کا GDP کیا تھا؟ اور دنیا سے کیا کیا Import کرتے تھے؟ کیا وجہ ہے کہ پورے قرآن میں جب بھی انبیاء اور ان کے مدمقابل قوم کا دنیاوی ترقی میں مقابلہ ہوتا ہے تو وہ کفار سے پیچھے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخری رسول (ﷺ) کو حکم دیتا ہے کہ آپ آنکھ اٹھا کر بھی ان کی دنیا کی طرف نہ دیکھیں۔ سورۃ شوریٰ میں کہا اگر ہم ہر ایک کو رزق کثیر دیتے تو یہ سرکشی کا طوفان اٹھا دیتے۔ سورۃ الزخرف میں کہا کہ اگر ہمیں ڈر نہ ہوتا کہ سب کافر ہو جائیں گے تو کفار کے گھر سونے کے

بنادیتے۔

* دورِامیہ میں مسلمانوں نے کیا سائنسی ترقی کی؟ تبع تابعین کے دور تک سائنسی ترقی کیوں نہیں ہوئی؟ قرآن بتاتا ہے کہ ہر نبی دنیاوی طور پر اپنی امت سے پیچھے ہوتا تھا۔عباسی بیت الحکمت کی سائنسی ایجادات منگولوں کوشکست کیوں نہ دے سکیں؟ اندلس میں سائنسی ترقی ہوئی تو وہ عیسائیت کوشکست کیوں نہ دے سکی؟

* ابن سینا، ابن الہیثم، ابوبکررازی، اخوان الصفاء کے علم کا وارث حکیم ہے۔اس حکیم کی اسلامی مملکت پاکستان میں یہ عزت ہے کہ وہ میڈیکل سرٹیفکیٹ جاری کردے تو کوئی سرکاری، پرائیوٹ ادارہ اسے قبول نہیں کرتا جب کہ حکیم کی حکمت اورعلاج آج بھی کارآمد ہے۔

* قرآن بتاتا ہے کہ کفار انبیاء کے مقابلے میں دنیا میں ہمیشہ آگے رہے اوران کے اسلام نہ لانے کا سبب بھی یہی تھا کہ اگر واقعی یہ نبی ہیں تو مال، اولاد، اسباب میں خدا نے ان کو ہم سے پیچھے کیوں رکھا؟ لہٰذا قیامت تک کفار دنیا میں ہم سے آگے ہی رہیں گے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مجددالف ثانیؒ

قدیم یونانی فلاسفہ کی گمراہی

’’یونان کے قدیم فلسفیوں نے اس قدردانا ہونے کے باوجود صانع جل شانہ کے وجود کی طرف ہدایت نہیں پائی اور کائنات کے وجود کو دہر یعنی زمانے کی طرف منسوب کیا اور جب انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے انوار روز بروز بلند ہوتے گئے تو متاخرین فلسفیوں نے ان انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کا رد کیا اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوگئے اورانہوں نے حق تعالیٰ کی وحدت کو ثابت کیا۔پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے برطرف ہیں اور ہماری فہم انبیائے کرام علیہم السلام کے وجود کے وسیلے کے سوا اس معاملے سے دور ہیں۔‘‘(مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹)

عالم اسلام/فلسطین

سردار سلیم

فلسطین! تری خاک کے ذروں کو سلام

تیرے جلتے ہوئے زخموں کی شعاعوں کو سلام
تیرے بچوں، تیرے بوڑھوں کو، جوانوں کو سلام

تو مقدس ہے، مرا قبلۂ اول ہے تُو
تیری دیواروں کو، محرابوں کو، طاقوں کو سلام

تو شہادتِ گہہ الفت کا وہ مرکز ہے جہاں
زندگی اٹھ کے کرے موت کے پنجوں کو سلام

ہے رواں اب بھی جہاں قافلۂ ایوبی
اے فلسطین! ترے شہر کی گلیوں کو سلام

خسروی قیصری تقدیر پہ ان کی نازاں
تیرے باشندوں کے ہاتھوں کی لکیروں کو سلام

جان قربان ترے در کے فقیروں پہ مری
صدقِ دل سے مَیں کروں تیرے امیروں کو سلام

تیرے آنگن میں مہکتے ہیں لہو کے بوٹے
تیرے دروازوں سے لپٹی ہوئی بیلوں کو سلام

غازیوں کو ترے نذرانہ آداب و نیاز
مر مٹے تجھ پہ جو ان سارے شہیدوں کو سلام

جن کے دل میں ہے تمنا تری آزادی کی
تیرے احرار کے پر جوش ارادوں کو سلام

پیش اگر سات سمندر بھی کریں تو کم ہے
خوں میں لتھڑے ہوئے معصوم جنازوں کو سلام

کام ہے جن کا ترے حق میں دعائیں کرنا
پیش کرتا ہے سلیمؔ ان کی دعاؤں کو سلام

عالم اسلام/فلسطین ادارہ

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے میں یہودی کردار

آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید کا تاریخی خط اپنے شیخ کے نام

آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید نے یہودیوں کو مراعات دینے سے انکار کر دیا تو انگریزوں اور یہودیوں نے کمال اتاترک جیسے ایجنٹوں کے ذریعے خلافت کا خاتمہ کرا دیا۔ اس سلسلے کا ایک تحریری ریکارڈ خلافتِ عثمانیہ کے آخری فرمانروا سلطان عبد الحمید مرحوم کی معزولی کے بعد لکھا گیا وہ تاریخی خط ہے جو انہوں نے اپنے روحانی پیشوا الشیخ محمود آفندی ابوالشاماتؒ کے نام لکھا۔[۱]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمد اس اللہ کی جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور افضل ترین درود واکمل ترین سلام ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو رب العالمین کے رسول ہیں اور آپ کے تمام آل واصحاب اور متبعین پر قیامت تک درود وسلام ہو۔

مَیں اپنا یہ عریضہ سلسلہ شاذلیہ کے شیخ روح وحیات کو فیضان پہنچانے والے شیخِ وقت محمود آفندی ابوالشامات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور دعواتِ صالحہ کا امیدوار ہو کر ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہوں۔ آداب واحترام کے بعد عرض کرتا ہوں کہ آپ کا سالِ رواں کا ۲۲ مئی کا تحریر کردہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جناب والا برابر صحت وسلامتی کے ساتھ ہیں۔ میرے آقا! میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سلسلہ شاذلیہ کے اوراد وظائف شب و روز پابندی سے پڑھ رہا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ دائمی طور پر آپ کی دلی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

اس تمہید کے بعد میں آپ کی خدمت میں اور آپ جیسے دوسرے عقلِ سلیم رکھنے والوں کی خدمت میں ایک اہم مسئلہ پیش کرتا ہوں تا کہ یہ امانت تاریخ میں محفوظ ہو جائے۔

---

[۱] اورخان محمد علی، السلطان عبدالحمید: حیاته واحداث عصره

مَیں خلافتِ عثمانیہ سے صرف اس لیے الگ ہوا ہوں کہ مجھے 'جمعیت اتحاد و ترقی' کی طرف سے بہت تنگ کیا گیا، دھمکیاں دی گئیں اور خلافت ترک کرنے پر بالکل مجبور کر دیا گیا۔ سبب یہ ہوا کہ ان اتحادیوں نے مجھ سے بار بار اصرار کیا کہ ارضِ مقدس فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کی تاسیس پر اتفاق کروں۔ ان کے پیہم اصرار کے باوجود مَیں یہ بوجھ اٹھانے پر راضی نہ ہوا۔ آخر میں ان لوگوں نے پندرہ کروڑ برطانوی لیرہ سونا دینے کا وعدہ کیا۔ مَیں نے قطعی طور پر اس تجویز کو ٹھکرا دیا اور انہیں مندرجہ ذیل دوٹوک جواب دیا کہ:

''اگر تم لوگ پندرہ کروڑ لیرہ سونے کی بجائے دنیا بھر کا سونا دو، تب بھی اس بوجھ کو نہیں اٹھاؤں گا۔ مَیں نے ملتِ اسلامیہ امتِ محمدیہ کی تیس سال سے زائد خدمت کی ہے۔ اب مَیں اپنے آباؤاجداد، خلفاء وسلاطین کی تاریخ کو سیاہ نہیں کروں گا۔ مَیں یہ بوجھ قطعی طور پر قبول نہیں کرسکتا۔''

میرے قطعی جواب کے بعد ان لوگوں نے مجھے معزول کرنے پر اتفاق کرلیا اور یہ پیغام پہنچایا کہ وہ مجھے شہر بدر کر کے سالونیکا بھیج دیں گے۔ مَیں نے یہ تکلیف گوارا کر لی۔ مَیں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ مَیں نے ارضِ مقدس فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کو تسلیم کر کے دولتِ عثمانیہ اور عالمِ اسلام کو اس عیب و عار سے داغدار کرنا قبول نہیں کیا۔ اس لیے مَیں مکرر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ میں نے جو باتیں پیش کر دی ہیں وہ اس موضوع کے بارے میں کافی ہیں۔ اپنے اس اہم خط کو ختم کرتا ہوں۔ مَیں آپ کے مبارک ہاتھوں کو چومتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آداب قبول فرمائیں اور تمام بھائیوں دوستوں کو سلام کہیں۔ میرے بزرگ استاد! خط طویل ہو گیا لیکن آپ کو اور آپ کی جماعت کو مطلع کرنے کے لیے مَیں اس طوالت پر مجبور تھا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خادم المسلمین

عبدالحمید بن عبدالمجید

۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء

چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اَوروں کی عیّاری بھی دیکھ

غامدیت

ڈاکٹر مولانا الیاس فیصل

جاوید غامدی کے گمراہ کن نظریات ـ ثبوت حاضر ہیں

پہلی گمراہی: انکار قراءات

قرآن کریم کی قراءات

ہم روایت حفص کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں ـ قرآن کریم کی بعض دیگر قراءات بھی ثابت ہیں اور منقول ہیں اور امت اسلامیہ میں پڑھی جاتی ہیں ـ وہاں کے مسلمان اسی قراءت میں تلاوت کرتے ہیں، اسی قراءت کو اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں ـ جبکہ غامدی صاحب روایت حفص کے علاوہ بقیہ قراءت کو قرآن نہیں مانتے ـ ملاحظہ ہو:

غامدی صاحب کا انکارِ قراءت

’’یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے ـ اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں وہ انہی فتنوں کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ افسوس کہ محفوظ نہیں رہ سکا ـ‘‘[میزان: ۳۲، ط۷]

جبکہ اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں روایت حفص کے علاوہ بقیہ قراءات کے بارے میں لکھا ہے کہ: ’’وہ سب اس فتنۂ عجم کی باقیات ہیں ـ‘‘[میزان: ط۲]

’’یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے اسے قراءت عامہ کہا جاتا ہے ـ اس کے سوا کوئی دوسری قراءات نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے ـ‘‘[مقامات: ۱۵۰،۱۴۹، ط۵]

دوسری گمراہی: انکارِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث شریفہ اسلامی تعلیمات کا دوسرا بنیادی ماخذ اور دلیل ہیں جبکہ غامدی صاحب اس کو نہیں مانتے اور الفاظ کے کھیل میں اپنے انکارِ حدیث کو چھپانے کی

کوشش کرتے ہیں۔ درج ذیل حوالہ جات سے ان کی حیثیت آپ کے سامنے آجائے گی۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار احاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔''
[میزان:۶۱، ط۷]

۱۔ داڑھی بڑھانے کی احادیث کا انکار

صحیح بخاری ومسلم میں ۲۰ سے زائد احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۶۰۱ میں ارشاد نبوی ہے: "امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیة" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔ نیز صحیح بخاری (۵۸۹۲، ۵۸۹۳) اور صحیح مسلم کی احادیث (۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵) میں داڑھی بڑھانے کا حکم اور تذکرہ موجود ہے۔

جبکہ غامدی صاحب ان بیس احادیث کا انکار کرتے ہوئے داڑھی کی بابت لکھتے ہیں:
''یہ دین کا کوئی حکم نہیں۔'' [مقامات:۲۹۶، ط۵]

۲۔ غارحرا سے متعلق احادیث کا انکار

صحیح بخاری ومسلم میں تقریباً ۱۵/احادیث ہیں جن میں وضاحت ہے کہ غارحرا میں پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱﴾ نازل ہوئی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر واپسی پر فرمایا: "زملونی زملونی" پھر سیدہ خدیجہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری حدیث نمبر (۳، ۴، ۳۲۳۸، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۵۴، ۴۹۵۷، ۵۹۵۳، ۶۹۸۲) صحیح مسلم حدیث (۴۰۳، ۴۰۶) میں ارشاد نبوت ہے: "زملونی زملونی" جبکہ غامدی صاحب ان احادیث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''غارحرا محض ایک افسانہ ہے کوئی حقیقت نہیں اس کی۔ یہ واقعہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوگئے، گھر تشریف لائے، "زملونی زملونی" کہا، سیدہ خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، بہت بعد کا افسانہ ہے جو صوفیوں کے زیر اثر بنا۔

یوں موصوف نے صحیح بخاری ومسلم کی ان ۱۵/احادیث کا انکار کردیا نیز صحیح بخاری ومسلم کی مسلّمہ حیثیت پر سوالیہ نشان لگادیا کہ ان میں ایسی احادیث موجود ہیں جو بعد میں گھڑی گئیں۔

۳۔جمع قرآن کی احادیث کا انکار

صحیح بخاری حدیث نمبر(۴۶۷۹،۴۹۸۶،۷۱۹۱) میں عہد صدیقی میں قرآن کریم کو یکجا کتاب کی صورت میں جمع کرنے کا ذکر ہے، جبکہ صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۹۸۷، ۴۹۸۴، ۳۵۰۶) میں سیدنا عثمان بن عفانؓ کے دور میں اسی قرآن کریم کے مزید نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھجوانے کا ذکر ہے۔

اس کے بالمقابل غامدی صاحب ان احادیث کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی معاملہ ان روایتوں کا بھی ہے جو سیدنا صدیقؓ اور ان کے بعد سیدنا عثمانؓ کے دور میں قرآن کی جمع وتدوین سے متعلق حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔قرآن، جیسا کہ اس بحث کی ابتداء میں بیان ہوا، اس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حینِ حیات مرتب ہوا ہے، لیکن یہ روایتیں اس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہوسکتی ہے۔''[میزان:۳۱]

۴۔اقسام حج کی احادیث کا انکار

صحیح بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں حج افراد، حج تمتع اور حج قِران کے متعلق ۱۰ سے زائد واضح احادیث موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"من اراد منکم ان یھل بحج وعمرۃ فلیفعل ومن اراد منکم ان یھل بحج فلیھل ومن اراد ان یھل بعمرۃ فیلھل"[صحیح مسلم:۲۹۱۳] کہ جو حج وعمرہ اکٹھا احرام باندھنا چاہے وہ باندھ لے اور جو صرف حج کا احرام باندھنا چاہیے وہ صرف حج کا احرام باندھ لے اور جو شخص عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "منا من اھل بالحج مفردًا ومنا من قرن ومنا من

تمتع"[صحیح مسلم: ۲۹۲۳] ہم میں سے کچھ لوگوں نے حج افراد کیا اور کچھ لوگوں نے حج قران کیا اور کچھ لوگوں نے حج تمتع کیا۔

جبکہ غامدی یہ کہہ کر ان احادیث کا انکار کر دیتا ہے کہ "غلطی ہائے مضامین کی کوئی حد نہیں، حج حج ہے اور عمرہ عمرہ ہے، اس کی کوئی قسمیں نہیں ہوتیں، پتہ نہیں لوگوں نے یہ قسمیں کہاں سے بنالیں۔ میرے نزدیک حج کی کوئی قسمیں نہیں۔"

۵۔ احادیث شفاعت کا انکار

صحیح بخاری و مسلم میں شفاعت کی مختلف کیفیات کی بابت ۳۰ کے قریب احادیث موجود ہیں، جبکہ غامدی نے اپنی کتاب (میزان: ۱۴۶) پر شفاعت کا محدود ترین تصور پیش کرتے ہوئے کہا کہ "بندے کی طرف سے توبہ کے بغیر اس کا کوئی تصور نہیں ہے" یوں شفاعت کی ان ۳۰/احادیث کا انکار کر دیا۔

۶۔ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی احادیث کا انکار

صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۲۲۲۲، ۲۴۷۶، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۰۳۰، ۷۲۳۸، ۷۲۸۵، ۷۳۷۳، ۷۳۸۱ میں قیامت سے قبل حضرت عیسیٰؑ کے آنے اور نازل ہونے کا ذکر ہے۔ جبکہ غامدی صاحب ان احادیث کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے لیکن قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔ موقع بیان کے باوجود اس واقعے کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی قرآن کے بین الدفتین کسی جگہ مذکور نہیں ہے، علم و عقل اس خاموشی پر مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اسے باور کرنا آسان نہیں ہے۔" [میزان: ۱۷۸]

غامدی نے نزول عیسیٰؑ سے متعلق احادیث شریفہ کو محل نظر کہہ کر اس موضوع کی بیسیوں احادیث کا انکار کر دیا ہے جن میں سے بیس سے زائد احادیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

۷۔ حضرت مہدیؑ کی آمد سے متعلقہ احادیث کا انکار

سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۸۴، ۴۲۸۵ سنن ابن ماجہ ۴۰۸۵، ۴۰۸۳، ۴۰۸۶

مستدرک حاکم ۸۶۷۳ اورسنن ترمذی کی حدیث نمبر ۲۲۳۲ ان صحیح احادیث میں حضرت مہدی کا نام موجود ہے اور قیامت سے قبل ان کے آنے کا واضح تذکرہ موجود ہے۔ جبکہ غامدی صاحب ان احادیث کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

نیز وہ لکھتے ہیں کہ ''ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں ان میں کچھ ضعیف ہیں اور کچھ موضوع ہیں۔'' [میزان: ۱۷۷]

اس کے بعد وہ صحیح مسلم کی حضرت مہدی سے متعلق حدیث کے ذیل میں اپنے پاس سے تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اس سے مراد عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں۔''

۸۔امام ابن شہاب زہریؒ کی احادیث کا انکار

غامدی نے اپنی کتاب (میزان: ۳۱) پر امام ابن شہاب زہریؒ کی روایات کو ناقابل قبول کہہ کر ان سے مروی تقریباً بائیس سو احادیث شریفہ کے انکار کا دروازہ کھول دیا، جن میں سے چودہ سو پچاس احادیث صحیح بخاری و مسلم اور موطا امام مالک میں موجود ہیں۔

۹۔وارث کے لیے وصیت کی بابت احادیث کا انکار

سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر (۲۲۰۹، ۲۲۰۱، ۲۲۱۱) سنن نسائی کی حدیث نمبر (۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵) اور سنن ابی داؤد حدیث نمبر (۲۸۷۰، ۳۵۶۵) میں واضح ارشاد نبوی ہے: "لا وصية لوارث" کہ وارث کے لیے وصیت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جبکہ غامدی صاحب اس کے مدمقابل کہتے ہیں: ''یہ وصیت جس طرح دوست احباب کے لیے ہوسکتی ہے صدقہ خیرات کی غرض سے ہوسکتی ہے اسی طرح ان وارثوں کے حق میں بھی ہوسکتی ہے اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔'' [مقامات: ۲۸۵، ط۵]

۱۰۔ایک تہائی سے زائد وصیت کے متعلقہ احادیث کا انکار

صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۲۷۴۲، ۵۳۵۴، ۱۶۲۸ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک تہائی مال تک وصیت کرنے کی اجازت دی اس سے زائد کی نہیں۔

ارشادنبوت ہے: "فالثلث و الثلث کثیر" کہ صرف ایک تہائی مال کی وصیت کرواور یہ بھی زیادہ ہے۔

جبکہ غامدی صاحب ایک تہائی مال میں وصیت کی تحدید کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''یہ خاص صورت حال میں ایک خاص شخص کے فیصلے پر آپ کا تبصرہ ہے اس کا کسی قانونی تحدید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' [مقامات: ۲۸۴]

اس سے بطور مثال واضح ہوا کہ غامدی صاحب نے ان ۱۰ موضوعات سے متعلق سینکڑوں صحیح احادیث شریفہ کا انکار کیا ہے۔

تیسری گمراہی: انکارِ اجماع

کسی غیر منصوص مسئلہ پر امت کے علماء مجتہدین متفق ہوجائیں تو ان کا یہ اجماع امتِ مسلمہ کے نزدیک دلیل و حجت ہے اور یہ شریعت کا تیسرا ماخذ ہے۔

جبکہ غامدی صاحب اجماع کو حجت ماننے کے بجائے اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''جب فقہاء کا دور شروع ہوا تو اس کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا اضافہ کر دیا گیا، یہ مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کے بعد اب تک بالعموم مانا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کا ایک مصدر یہ اجماع ہے، دین کے ماخذ میں یہ اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے۔ قرآن کی نصوص میں اس کے لیے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جاسکتی۔'' [مقامات: ۱۶۹، ط ۵]

''جو چیز محل تدبیر یا محل اجتہاد ہیں ان کے سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے اور امت کے سب لوگ اس غلطی پر جمع بھی ہوسکتے ہیں۔'' [مقامات: ۱۷۳، ط ۵]

چوتھی گمراہی: انکارِ تصوف

قرآن کریم میں تزکیہ اور حدیث جبرائیل میں احسان کی جن کیفیات کا ذکر ہے اس کے لیے علماء امت میں تصوف کی اصطلاح رائج ہوئی۔

امت مسلمہ کی تاریخ میں حضرات صوفیاء نے اسلام کی نشر و اشاعت اور اصلاح باطن، تزکیہ و احسان کے لیے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔

(واضح رہے کہ اگر کسی شخص یا طبقے نے تصوف کے لبادہ میں غیر اسلامی افکار واعمال کو اختیار کیا تو اس سے ہرگز اتفاق نہیں کیا جاسکتا)۔

لیکن غامدی صاحب کی طرح علی الاطلاق تصوف کو متوازی دین اور عالمی ضلالت قرار دینا بہت بڑی جسارت اور گمراہی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اللہ کی ہدایت یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔''[برہان: ۱۹۲]

''تصوف فی الواقع ایک متوازی دین ہے جسے دینِ خداوندی کی روح اور حقیقت کے نام سے اس امت میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''[برہان: ۲۱۰]

''(تصوف) یہ اس دین کے اصول ومبادی سے بالکل مختلف ایک متوازی دین ہے جس کی دعوت قرآن نے بنی آدم کو دی ہے۔''[برہان: ۱۸۱]

پانچویں گمراہی: قرآن وسنت کے عالمی پیغام کو جزیرہ عرب تک محدود کرنا

دین اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت عالمی اور آفاقی ہے، بعض احکام گو کہ کسی وقتی پس منظر میں نازل ہوئے لیکن ان میں دیئے گئے پیغام عالمی آفاقی اور دائمی ہیں۔

غامدی صاحب انہیں جزیرہ نمائے عرب اور عہد نبوت تک محدود کرکے اسلام کی عالمیت پر حملہ آور ہیں۔ اس کی ۳ مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ دین کا غلبہ جزیرہ عرب تک محدود کرنا: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرے گا، جاوید احمد غامدی ایسی آیات اور دیگر بعض احکام کو جزیرہ عرب تک محدود کرکے اسلام کے عالمی اور آفاقی نظریہ کے خلاف سرگرم ہیں۔

غامدی مؤقف: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت یعنی دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے وہ سرزمین عرب کے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ یہ مشرکین اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔[میزان: ۱۷۲]

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے وہ (سرزمین عرب کے) تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ یہ بات (عرب کے) ان مشرکین کو کتنی ہی ناگوار گزرے۔''[میزان:۷۰]

۲۔ مرتد کی سزا: "من بدل دینه فاقتلوہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے مگر یہ ہمارے نزدیک کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہ راست اتمام حجت کیا اور جن کے لیے قرآن میں مشرکین کی اصطلاح استعمال کی۔[برہان:۱۴۰، ۱۳۹]

"من بدل دینه فاقتلوہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم میں ''مَن'' اسی طرح زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے۔[برہان: ۱۴۲]

۳۔ کافر و مسلم کی وراثت: صحیح بخاری کی حدیث ۶۷۶۴ میں ہے: "لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم" مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ کافر مسلمان کا۔

جبکہ غامدی صاحب نے لکھا ہے: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کے پیش نظر جزیرہ نمائے عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا: "لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم" نہ مسلمان ان میں سے کسی کافر کے وارث ہوں گے اور نہ یہ کافر کسی مسلمان کے۔[میزان:۳۹، ۵۲۳]

گزشتہ تحریر سے جو نتائج واضح ہو کر سامنے آئے وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم کی مختلف قراءت متواترہ ہیں، روایت حفص ان میں سے ایک ہے، غامدی صاحب روایت حفص کے علاوہ بقیہ قراءات کو قرآن تسلیم نہیں کرتے۔

۲۔ غامدی صاحب غار حراء، جمع قرآن، حج کی اقسام، داڑھی رکھنے، نزول عیسیٰ، حضرت مہدی کی آمد وغیرہ موضوعات سے متعلق احادیث کے منکر ہیں۔

۳۔ وہ اجماع کے منکر اور تزکیہ و تصوف کو بلا تفریق عالمگیر ضلالت قرار دیتے ہیں۔

۴۔ وہ اسلام کے عالمگیر اور آفاقی پہلو کی بابت شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں۔

اسلام اور مغرب

مولانا خلیل الرحمٰن چشتی

لوگو! مغرب کی غلامی سے بچو

قانون فطرت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ اللہ نے بادام اور اخروٹ کے چھلکے، چلغوزوں سے جدا بنائے ہیں۔ کیلے کی پیکنگ، مالٹے سے اور مالٹے کی خوبانی سے مختلف رکھی ہے۔ عورت اور مرد کو تشابہ بالجنس سے روکا گیا ہے۔ تشبہ بالکفار سے منع کیا گیا ہے۔ خالفوا الیھود، خالفوا النصاری، خالفوا المشرکین کا سبق تم کیا جانو؟ من تشبہ بقوم فھو منھم کو تم کیا سمجھو؟

تم نے نہ اسلام کو سمجھا، نہ امت کو اور نہ مغرب کو۔ ذہنی طور پر شکست خوردہ لوگ، غالب اور فاتح قوموں کا لباس اور ان کی تہذیب اختیار کر لیتے ہیں۔ مغربی استعمار کے بعد، مصر، ترکی، لبنان وغیرہ کی خواتین نے شلوار اتار کر اسکرٹ پہننا شروع کر دیا۔ برصغیر کے علماء اور سرزمین حجاز کے مشائخ، مغربی تہذیبی یلغار کے سامنے ڈٹے رہے۔ ایسے علماء اور مشائخ پر ہزاروں سلام۔ لبنان اور مصر کے علماء داڑھی منڈوا کر تھری پیس سوٹ زیب تن کرنے لگے۔ ٹائی لگائی۔ اب محمد بن سلمان کے دور میں حجاز ونجد بھی تہذیبی شکست سے دوچار ہیں۔ وہاں کی عورت بھی بڑی تیزی سے اولاً حجاب سے اور ثانیاً ستر سے بھی آزاد ہو رہی ہے۔ تم دیکھنا بیس سال بعد مکے اور مدینے کی گلیاں کیا کیا دکھاتی ہیں؟

گواہ رہنا! ہم نہ ہوں گے۔ ہماری باتیں ہر صاحبِ دل کو رلائیں گی۔ مگر تم کو اس سے کیا؟ تاویلات کا دفتر کھولے رہو۔ مغرب کی وکالت کرو۔ علمائے سو کی دلیل مستعار لو۔ مادی میدان میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد، امت مسلمہ عسکری ہزیمت سے دوچار ہوئی۔ اب ہر محاذ پر مرعوبیت ہے۔ تعلیم ان کی، نصاب ان کا، میڈیا ان کا، موبائل ان کے، معیشت ان کی، لباس ان کا۔ تہذیب ان کی، ثقافت ان کی۔ رقص ان کا، نغمے ان کے، شاعری ان کی، موسیقی اور ترانے ان کے۔

اللہ ہمیں وہ دن نہ دکھائے، جب ہمارے علماء اور دینی رہبر چڈی اور نکر میں نظر آئیں۔

امریکہ میں عورتیں امامت کررہی ہیں۔ولی بن کرنکاح پڑھارہی ہیں۔ہم جنس پرست امام بن گئے ہیں۔اب ہمارے ڈرامے بھی ان کے ترجمان ہیں۔خام عقل پرستی، اعتزال اور انکارِ احادیث صحیحہ پہلے بھی خال خال تھی، اب عام ہوگی۔علماء کا تمسخر اڑایا جائے گا۔احادیث کی تخفیف ہوگی۔کھوکھلے دین دار، اصل دین دار بن کر جلوہ گر ہوں گے۔علم اٹھ جائے گا۔علماء اٹھا لیے جائیں گے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبرؔ نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

کیا تم میں اتنی اسلامی حمیت اور غیرت ہے کہ تم مغرب کے خلاف صف آراء ہوجاؤ؟ لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ تم خود مغرب سے مرعوب ہو۔مغرب، جو بنی اسرائیل کا تلچھٹ ہے۔بنی اسرائیل جنہوں نے انبیاء کا قتل کیا۔جنہوں نے موسیٰ نبی کے بعد کسی کو نہ مانا۔جو حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کا دشمن ہے۔غزہ کی جنگ ا، بنی اسرائیل کی یک نئ صلیبی جنگ ہے۔مغرب، جو امت مسلمہ سے صلیبی جنگ میں مصروف ہے۔مغرب کی جنگ، محمد ﷺ کی نبوت کے خلاف جنگ ہے۔لیکن ہمارے مغرب نواز، مغربی تہذیب وثقافت کے گرویدہ ہیں۔

مولانا مودودی نے اسلام کو عقیدے کے علاوہ ایک جامع نظام کہا۔ایک مکمل تہذیب کہا، لیکن یہ مجاور نہ پڑھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔روزانہ قرآن سمجھ کر نہ پڑھنے، مسلسل باقاعدہ احادیث کا دورہ نہ کرنے اور سوشل میڈیا اور موبائل فون کے حد سے زیادہ انہماک کی وجہ سے، ''مغربی وحی'' پر مِن وعَن ایمان لانے والے، علمائے حق، صالحین، مصلحین اور مجددین مخلصین کی صحبت سے محروم جو ''اسلامی دانشور'' پیدا ہورہے ہیں اور ہوں گے، ان کا نقشہ کھینچ دوں تو متقین کی نیندیں حرام ہوجائیں گی۔پہلے ہم چھوٹے سروں پر بڑی بڑی ٹوپیوں کا ماتم کیا کرتے تھے، اب کھوکھلے بے ٹوپی والے سروں کا ماتم کیا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخری رسول محمد ﷺ اور آخری کتاب کا سچا اور مخلص پیروکار بنادے اور مغرب سے مرعوب نام نہاد بدعتی ''عاشقانِ رسول'' کے جھوٹے اور پُرفریب دعووں کے دام سے محفوظ رکھے، آمین۔

اسلام اور مغرب

طیب علی تگہ

اولمپک گیمز کی شہرت کے اسباب

غیر اسلامی مادی تہذیب نے جسم پروری کو مذہبی تقدس عطا کیا

ارشد ندیم کو اتنا پروٹوکول دینے کی وجہ؟

کیا دنیا کی کسی روایتی تہذیب میں کبھی ایسا سوچا بھی گیا تھا کہ محض ایک ڈنڈا پھینکنا اس قدر اہمیت کا حامل ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے وہ شخص کروڑوں کے انعام واکرام کا اہل قرار پائے گا؟ لیکن سرمایہ دارانہ جدید تہذیب اور اس کی پروردہ سپورٹس اور گیمز کی انڈسٹری میں ہر فضول، لغو اور لایعنی کام کو ایسا ہی انوکھا کارنامہ باور کیا اور کرایا جاتا ہے۔

حیرت عہدِ حاضر کے اس غیر مرئی آئرن کیج میں ''قید'' چوپایوں کی سطح پر سانس لیتی عوام پر نہیں بلکہ بعض ان بزعمِ خویش دین داروں یا اسلام پسندوں پر ہے جو ہر ایسے عمل پر شامل باجا ہو کر پورے مذہبی جوش وخروش سے ایسی لغو فضولیات کی اسلام کاری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سطحیت ایک ایسا روگ ہے جس نے ہماری جڑوں تک کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک وحشت ناک سطحیت اور کھوکھلا پن ہمارے مسلم معاشروں کی پہچان بن چکا ہے۔

سرمایہ دارانہ تہذیبِ جدید کی آلائشوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جدید انسان اپنی زندگی میں در آنے والی لایعنیت اور لامعنویت کو نت نئے ''لایعنی معنیٰ'' پہنانے کی سعی مذموم میں جُتا رہتا ہے اور اپنے تئیں انھیں ''کارہائے نمایاں'' سمجھتا ہے اور یہ تہذیب بھی ہر ایسے لغو اور واہیات فعل کو ایک بہت بڑا کارنامہ باور کرتی اور میڈیا کے ذریعے کرواتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے پروردہ یہ تمام سپورٹس اور گیمز اور گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ اس جدید تہذیب کی اسی لایعنی معنویت کا اظہار ہیں۔

[بعض احباب نے اس خدشہ کا اظہار بھی کیا ہے کہ ارشد ندیم کو اس قدر نوازنے، خبروں میں نمایاں کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسٹیبلشمنٹ سے ناراض لوگوں کو عمران خان کی بجائے ایک نیا موضوع مل جائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ایک سنہری تمغہ ملنے پر خوش ہونے والی ہماری بیچاری قوم کو یہ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کہ اس اولمپک میں امریکہ نے ۱۲۶ اور چین نے ۹۱ تمغے حاصل کیے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ اور چین کے افراد مریخ سے اُترے ہیں اور بہت باصلاحیت ہیں اور کیا پاکستانی چوہوں کی اولاد ہیں کہ ان میں نہ قوت ہے، نہ مہارت، نہ عقل وسمجھ کہ وہ صرف ایک ہی تمغہ جیت سکے۔ مدیر]

speculative returns on payments.

Exchange rate value will be determined by the government on a managed float basis.

Public and private foreign borrowing will be prohibited. There will be no public or private debt of the country.

The Islamic government will not acquire membership of international financial institutions – IMF, ADB, World Bank, Islamic Development Bank etc. It will not keep its foreign exchange reserve in any foreign countries.

An attempt to set up an embryonic *tamveeli* system in countries where there is a significant *halal* economy is recomended. Such a *tamveeli* system will have the following characteristics:

A *halal* business is one which deals in Shariah permitted business activities and has no dealings with the money and capital markets.

An Islamic organization (*Tablighi Jama'at*) may identify in a certain area *halal* enterprises being run by its members which have good prospects of growth.

Tablighi Jamaat may receive funds from its members, associates and supporters to invest in selected *halal* business.

Tableeghi Jamaat may coordinate agreements between savers and investors in halal businesses on *musharika/modarba/ijara* bases.

Tablighi Jamaat must serve as a quasi-public sector institution and must not share in the profit earned through investment in halal businesses.

Tablighi Jamaat must validate the character and honesty of all borrowers – that is why the borrowing under this scheme must remain restricted to the members of *Tableeghi Jamaat* – and participate in disputes settlement.

A central office must be established by the *Tablighi Jamaat* to coordinate the implementation of this scheme on a national base.

feasible in postmodern capitalism – where production and financial systems have been globalized and rentier financial interest groups dominate the economy and the state.

Thus there are no viable capitalist 'fixes' available at the moment to the dilemmas of stagnation/financialisation. From an Islamic perspective we seek the overthrow of capitalist order not its reform. This must involve the abolishing of finance and its replacement by *tamveel*. This can only be done by an Islamic state (Iran and Afghanistan).

Tamveeli system will have the following characteristics:

Money will be created solely by the State. *Tamveeli* institutions will not create deposit money. They will observe hundred percent reserve banking.

Money and credit creation will be governed by currency and credit planning. The currency and credit plans will be derived from national production plan.

Rate of growth of money supply will be related to the rate of growth of aggregate production (GDP).

All banks, insurance companies, intermediaries will be nationalized.

There will be no money market or capital market in the economy. There will be no risk and speculation based loan transactions. Interest and speculation free lending and borrowing will be facilitated through the means of *tamveeli* instrument.

No foreign currency will be allowed to circulate in the national economy.

All foreign inflows will be surrendered to the Islamic government which will convert them into local currency at a managed foreign exchange rate.

A portion of foreign exchange will be allocated to importers and others through rationing.

National *tamveeli* institutions will not have relation with global money and capital markets involving interest and/or

percent during 2010-2018. New investment in structure and equipment has fallen even more sharply.

The Islamic Response

The capitalist global economy is in the grip of financialization – short term growth spurts fueled by financial bubbles are followed inevitably by crises which are staved off by the growth of government debt. This vicious boom bust cycle can be broken if capitalist governments find means external to the financial sector to stave off stagnation. In the past militarization has played such a role. In the future two imperialist wars – both among imperialist countries (America, Russia and China) and proxy wars fought in client states (Ukraine, Taiwan, Israel, Bharat/Kashmir) can serve this purpose.

Another "external" stimulus to counter stagnation may be produced by the emergence of new technologies – but the employment impact of the new ITC technologies that have emerged in the 21st century is limited. The introduction of robotics and AI technologies has a ambigious impact on growth. Moreover the "austerity" policies of capitalist governments – whereby cash flows to the real economy are systematically redirected to the financial sector – accentuates financialization and hence the crisis proneness of the system. Stricter financial regulation is hindered by the impotence of nation-states vis-à-vis the forces of global capital. Furthermore accelerated financialization is needed to overcome stagnation tendencies generated by the systemic tendencies of falling production and rising monopolization levels. Stricter financial regulation tends to deepen stagnation tendencies. Capitalist policy makers are the forced to financially deregulate.

The standard capitalist response to stagnation and deflation has been stimulation of domestic consumer demand through increased government expenditure. This is no longer

capitalist state through the provision of interest free loan.

Growth in the financialized economy depends on the growth of debt, especially corporate financial debt – which in America currently exceeds 120 percent of GDP and slow down/decline in the growth of which was a major cause of the 2008-2010 crisis. Financial market bubbles are the main sustainers of capitalist growth in the current era but financial booms are necessarily short lived. Capitalist crises reemerge. Financialization is thus a temporary palliative to address capitalist disaster. It does not address the basic contradictions – decline in population growth and increased monopolization – of capitalist order.

The Effects of Stagnation

As a capitalist economy stagnates, distributional inequalities (of both wealth and income) increase. capitalist work processes become precarious and monopolization of markets grow. Opportunities for profitable investment in the production sectors shrink and financialisation feeds upon itself. Financialization is increasingly digitalised which means that expansion of the financial sector leads to relatively less growth. The role of the capitalist state as a staver of capitalist crises becomes of vital importance during periods of capitalist stagnation. Under utilization of production capacity soars in such periods thus depressing (net) investment growth. Investable funds are hoarded by corporations – amounting in 2010 to over $ 3 trillion in America representing more than one third of GDP.

In periods of stagnation corporations use liquid resources to buy other corporations and also to buy back their own shares. This fuels speculation and increases financial riskiness and financial exposure. Investment in the real economy – gross domestic fixed capital formation declines. Average investment growth in non residential physical investment in America has fallen from 7 percent during 1960-70 to 3

aggregate demand and for growth in imperialist expenditure – through enhanced militarization and soft power deployment – of the major capitalist countries. Nevertheless the growth of the financialization of the capital accumulation process aggravates capitalist crisis tendencies through the amassing of potentially unredeemable public and private debt.

Today financial markets dominate the global productive economy. Financial institutions have invented a wide range of debt related mechanisms (derivatives) to absorb the investable funds that flow into speculative transactions. Central banks stand ready to act as 'lenders of last resort' and pump in near zero interest based funds to salvage over extended banks and non-bank financial institutions. This newly institutionalized financial infrastructure is a key component of the globalized imperialist order.

In capitalism's history financial market growth has usually occured during periods of expansion. The post 1990 growth of financialization is unique in that it has occurred while capitalist growth has stagnated. Today capitalism's productive base is shrinking relative to the enormous weight of its financial sector. The financial sector prospers while the real economy stagnates. The growth process is debt fueled. Eventually financialization is the growing indebtedness of public and private aggregate demand. Financialization postpones the occurrences of capitalist crisis. It does not address its fundamental causes – the decline in population growth and increased monopolization of markets – which leads to an inevitable stagnation of aggregate demand.

Thus the stagnation deferral capacity of the financial markets depends crucially on the ability of the capitalist state to pump in cheap liquidity at times when crises loom. Financialized capitalism lurches from crisis to crisis (1987, 1992, 1994, 1997-78, 2000, 2008-10, 2020-21) and each time a systemic meltdown is prevented by the intervention of the

following the 2008-10 banking crisis) it can no longer be used to stimulate investment. To compensate for monetary policy ineffectiveness more government spending is required – which leads to a rapid growth in public debt. The growth in consumer and public debt further stimulates financialization.

Stagnation and Financialization

Stagnation – decline in the rate of growth of an economy – occurs as capitalism matures. There are two fundamental reasons why this occurs. First, as the capitalist way of life dominates society, *zina* spreads widely, women become wage labourers, *nikah* tends to disappear, the family disintegrates. This leads to a continuing fall in the aggregate demand for physically consumable goods and services.

Secondly as capitalism matures capital concentrates and centralizes. This is what is meant by capital accumulation. Accumulation naturally and necessarily leads to the monopolization of markets. Competition becomes oligopolistic. Inequality in the distribution of wealth and income grows. More is produced than can be sold. Investable funds increase while the opportunity for their profitable investment in the real economy declines.

Both tendencies contribute to financialization. As population falls and ages, demand switches from physical consumables to financial markets – physical consumption has limits but *hirs* and *hasad* – concretised in finance - are boundless. Companies which cannot find opportunities for profitable investment in the real economy hoard their savings in financial markets. Debt grows exponentially and monopolization tendency is intensified. This further produces stagnation.

Financialization is both a cause and a response to stagnation. It mops up the excess supply of investible funds that cannot profitably be invested in the productive economy. It substitutes loans for stagnant wages and taxes to stimulate

Dr. Javed Akbar Ansari

Financial Capitalism

Finance is a capitalist invention. It represents the penetration of production and trade by usury (*riba*) and speculation (*gharar*). As capitalism flourishes, *riba* and *gharar* penetrate more and more trade and production transactions. The capital accumulation process is regulated increasingly through the functioning of financial markets. Increasingly financial markets assign value to more and more economic activities through reconstitution of assets. Finance dominates production and trade.

Production, money and trade have existed throughout the history of mankind but *riba* and *gharar* based activities were not legally legitimated until the twelfth century and that also in a small number of Italian city states. In non-capitalist states usury and speculation was usually punished under the law. A non-capitalist economy thus does not tolerate the existence and functioning of financial markets.

Today finance lies at the heart of the capital accumulation process yet its management has proved problematic for capitalism's macro managers. As financialization – the increased penetration of production and trade transaction structures by *riba* and *gharar* – proceeds, production growth tends to fall and investment opportunities in the real economy disappear. Capital market profits do not result in corresponding increase in production and trade. The link between the growth of the financial markets and the real (productive) economy weak over the time.

As production stagnates, financial sector growth serves to keep up aggregate consumer demand principally through the provision of loans. The principal monetary instrument available to capitalist policy makers is the usury rate. But once the base usury rate has been reduced to zero (as has been done